حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سو قصے

مؤلف: شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم
مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

حضرت عمر فاروقؓ کے سو قصے

مؤلف:

شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم

مولانا خالد محمود صاحب

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

بیت العلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۴۲۱۳

کتاب حضرت عمرؓ کے ۱۰۰ قصے
اردو ترجمہ مأة قصة من حياة عمرؓ
مؤلف شیخ محمد صدیق المنشاوی
مترجم مولانا خالد محمود (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)
باہتمام محمد ناظم اشرف
ناشر بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور۔
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
مکتبہ رحمانیہ = غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

﴾عرض ناشر﴿

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس بات سے تقریباً ہر شخص واقف ہے کہ بزرگانِ دین اور اسلاف کے حالات و واقعات انسانی زندگی میں وہ انقلاب پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو بسا اوقات لمبے چوڑے مطالعے اور مسلسل وعظ و نصیحت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ تاریخ کے جھروکوں پر نظر ڈالنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اکابرین امت اور صلحائے دین کے بعض مختصر واقعات انسان کی کایا پلٹنے کے لیے نسخہ اکسیر ثابت ہوئے۔ دراصل دل کے حالات و کیفیات وقت کے بدلنے اور مرورِ زمانہ کے بدولت تبدیل ہوتے رہتے ہیں، کبھی یہ قلب تسلسل سے کہی گئی بات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے، اور کبھی یہ اس قدر نرم ہو جاتا ہے کہ مختصر سی خاموش نصیحت کو بھی اپنی لوح پر نقش کر لیتا ہے، دراصل دل کی یہی کیفیت ہے جس میں اخلاص وللّٰہیت، عاجزی وانکساری، زہد و عبادت، تقویٰ و بزرگی، موت اور فکرِ آخرت وغیرہ پر مشتمل اسلاف کے واقعات دل کی دنیا تبدیل کرنے میں بڑا موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے جھرمٹ میں انبیائے کرام علیہم السلام اور امم سابقہ کے نیک لوگوں کے حالات واقعات نقل فرماتے اور اُن کی زہد و عبادت کا تذکرہ فرماتے، بزرگان دین اور علماء کرام نے اسی نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلاف کے واقعات اور قصص پر مشتمل بہت سی کتابیں ترتیب دی ہیں جس میں نہ جانے کتنے موعظت وحکمت اور فکرِ آخرت کے درس پوشیدہ ہیں۔

موجودہ کتاب اسی نقش قدم کی پیروی ہے جس میں حضرت عمرؓ کے ۱۰۰ قصوں کو باحوالہ جمع کیا گیا ہے، افادہ عام کے لیے عربی سے اُردو ترجمہ کا کام برادرِ عزیز مولانا خالد

محمود صاحب مدظلہ نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مختصر وقت میں انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت عطا فرمائے اور دین کی مقبول خدمات کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس سلسلہ میں الحمدللہ بیت العلوم کی جانب سے سیرت و حالات اور قصص واقعات پر مشتمل مندرجہ ذیل کتب زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

(۱) قصص معارف القرآن

(۲) قصص القرآن

(۳) ازواج مطہراتؓ کے دلچسپ واقعات

(۴) مظلوم صحابہؓ کی داستانیں

(۵) قرآن حکیم میں عورتوں کے قصے

(۶) حضرت ابوبکرؓ کے ۱۰۰ قصے

(۷) حضرت علیؓ کے ۱۰۰ قصے

• اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور بیت العلوم کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقیوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

محتاج دعا

محمد ناظم اشرف

مدیر بیت العلوم

وخادم جامعہ اشرفیہ لاہور

۱۷ شوال ۱۴۲۵ھ

بمطابق ۳۰ نومبر 2004ء

﴿عرضِ مترجم﴾

پیش نظر کتاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ۱۰۰ قصے دراصل شیخ محمد صدیق المنشاوی کی کتاب "مأة قصة من حياة عمر رضى الله عنه" کا سلیس اردو ترجمہ ہے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اُن دلچسپ سو قصوں اور واقعات پر مشتمل ہے جو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ سلفِ صالحین اور اکابرین کے قصص واقعات کی خصوصیت ہی یہ ہوتی ہے کہ اُن کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ ایمان بڑھتا ہے بلکہ عاجزی و انکساری، صدقہ و خیرات، زہد و عبادات اور اصلاح نفس جیسے بے شمار اسباق تازہ ہوتے ہیں۔

الحمدللہ اس مفید کتاب کے ترجمہ کی سعادت احقر کو حاصل ہوئی ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس ترجمہ کو بھی قبولیت سے نوازے اور بیت العلوم کے مدیرِ اعلیٰ برادرِ عزیز مولانا محمد ناظم اشرف صاحب کو بھی اس کی طباعت اور نشر و اشاعت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

قبل ازیں بھی بیت العلوم لاہور سے عربی سے ترجمہ کردہ بعض اہم کتابیں معیاری طباعت کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں جو بحمدللہ مقبولِ عوام و خواص ہوئیں۔ چند کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں: خوابوں کی تعبیر کا انسائیکلو پیڈیا، سیرت فاطمۃ الزہراؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل و شمائل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھانا پینا، حضرت ابوبکر صدیقؓ

کے ۱۰۰ قصے۔ حضرت علیؓ کے ۱۰۰ قصے، قیامت کی نشانیاں، اولاد کی تربیت قرآن و حدیث کی روشنی میں، گناہوں کے نقصانات اور ان کا علاج، انبیائے کرام علیہم السلام کے حیرت انگیز معجزات، عذاب جہنم کی مستحق عورتیں، قرآن حکیم میں عورتوں کے قصے وغیرہ۔

آخر میں پروردگارِ عالم کے بحضور انتہائی تذلل اور تضرع کے ساتھ دعا ہے کہ ہماری یہ خدمات اپنی بارگاہ میں قبول بھی فرمائے اور ہم سب کے لئے ذخیرۂ آخرت بھی بنائے اور اس کتاب سے تمام قارئین کو استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خالد محمود عفا عنہ الغفور

(فاضل و مدرس) جامعہ اشرفیہ لاہور

و (رکن) لجنۃ المصنفین لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ﴾

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب:

آپ کا نام وکنیت ابوحفص عمر بن الخطاب بن نُفیل بن عبدالعُزّی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رَزَاح بن عدی بن کعب بن لُوَیّ بن غالب القرشی العدوی ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین، دوسرے خلیفہء راشد، صاحبِ کرامات اور قائدِ فتوحات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو قوت بخشی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے تکالیف دور کیں، اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز کیا۔ بہت سے امور میں آپ رضی اللہ عنہ سبقت واولیت رکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی رائے، قرآن کے موافق ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دین و ایمان کی نشرو اشاعت ہوئی۔ شیطان بھی آپ رضی اللہ عنہ سے خوف زدہ ہوتا۔ آپ رضی اللہ عنہ دینی تصلّب اور حمیت کے حامل تھے۔ لوگوں کی ضروریات کو پورا فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ ذی وقار اور ہیبت دار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اہلِ جنت کے چراغ اور لوگوں کی تقصیرات سے درگزر کرنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو جلد رواں ہو جاتے، چہرہ بارونق اور دلکش تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بوڑھوں کے خادم اور مفلسوں کے مددگار تھے، نیز آپ رضی اللہ عنہ عادل حکمران اور باکمال خلیفہء راشد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ دین کے لیے مضبوط قلعہ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علی الاعلان بیت اللہ کے پاس نماز پڑھی اور ببانگِ دہل ہجرت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سچی زبان اور کلمہء حق کے اظہار میں معروف تھے۔ اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، نیز حدودِ خداوندی کو قائم رکھنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نسب، کعب بن لوئ بن غالب پر پہنچ کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔[۱]

آپ کی ولادت، عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی[۲]، اور ہجرت سے پانچ سال پہلے مسلمان ہوئے[۳]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپ رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ "اے اللہ! ان دو عمروں میں سے جو آپ کو محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما" ایک عمرو ابن ھشام (ابوجہل) اور دوسرے عمر بن الخطاب، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ثابت ہوئے۔[۴]

آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

آپ رضی اللہ عنہ کے عظیم فضائل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے حق بات کو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دِل میں رکھ دیا ہے۔[۵]

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔[۶] نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں شیاطینِ انس وجن کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ عمر (کے ڈر سے) بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔[۷]

---

۱ ابن سعد فی الطبقات (۲۶۵/۳)، و محض الصواب (۱۳۱/۱)

۲ الاستیعاب (۱۱۴۵/۳) و محض الصواب (۱۲۹/۱)

۳ الاعلام (۴۵/۵)   ۴ اخرجه الترمذی (۶۱۷/۵)

۵ احمد (۱۶۵،۱۴۵/۵)   ۶ احمد (۱۵۴/۴)، والترمذی(۶۱۹/۵)

۷ اخرجه الترمذی (۵۸۰/۵)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں محدّث ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی محدّث ہے تو عمر رضی اللہ عنہ ہے۔[۱]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے بہترین شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔[۲]

اوّلیات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت سی چیزوں میں دوسروں پر سبقت اور اوّلیت حاصل ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اعلانیہ طور پر ہجرت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جو امیر المؤمنین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہجری تاریخ مقرر کی۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو قیامِ رمضان کے لیے جمع کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے محافظ کو انعامات سے نوازا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے نادار اور بوڑھے ذمیوں سے جزیہ (ٹیکس) ساقط کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ذمیوں کے لیے علامات وضع کیں، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فوجی بھرتی کو لازمی قرار دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قاضیوں اور مرشدین کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہین جنہوں نے مکتوب شکل میں فیصلے کیے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قائدین اور والیوں کے لیے مجلسِ مشاورت قائم کی۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جو راتوں کو لوگوں کے احوال معلوم کرنے کے لیے گشت کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رجسٹر

۱۔ البخاری (۳۴۸۶)

۲۔ البخاری (۳۴۶۸)

مقرر کیے جس میں لشکر والوں کے نام اور وظائف کا اندراج ہوتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان خانے بنائے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلوہ نے صبح کی نماز میں آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو پر خنجر کے وار کیے۔ تین دن زندہ رہنے کے بعد وفات ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

محمد صدیق المنشاوی

قصہ نمبر ۱

﴿حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا کا مقام﴾

ایک عورت اپنے ہاتھ میں لاٹھی لیے راستہ ڈھونڈ رہی تھی، وہ زمانہ کی مصیبتوں کی ماری ہوئی تھی، اس نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جو لوگوں کے درمیان کھڑے تھے، روکا اور ایک طرف لے گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے قریب ہوئے، اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اپنے کان اس کی طرف لگائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کافی دیر تک اس کی نحیف آواز کی طرف کان لگائے رکھے اور اس وقت تک انصراف نہیں کیا جب تک کہ اس کی ضرورت کو پورا نہیں فرما دیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی طرف واپس آئے جو کافی دیر سے کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے تو کسی آدمی نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے اس بڑھیا کی خاطر قریش کے آدمیوں کو روکے رکھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو! جانتے بھی ہو کہ یہ بڑھیا کون تھی؟ اس آدمی نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ خاتون ہیں جن کا شکوہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان کے اوپر سنا، یہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ رات تک میرے پاس سے واپس نہ جاتیں تو میں بھی ان کی ضرورت پوری کرنے تک واپس نہ لوٹتا۔[۱]

قصہ نمبر ۲ ﴿ایک بوڑھی شاعرہ﴾

مدینہ منورہ سے دور کسی جگہ پر ایک چھوٹی سے جھونپڑی تھی جب وہاں سے

---

[۱] دیکھیے، الدارمی (۲۶) فی الرد علی الجھمیة، والاسماء و الصفات ص (۸۸۶)، والکنز (۵۲۰/۲)

چراغ کی دھیمی دھیمی سی روشنی محسوس ہوئی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس جھونپڑی کے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا سیاہ رنگ کے کپڑے پر بیٹھی ہے اور اندھیرا چھارہا ہے، اس چراغ کے باوجود اندھیرا بدستور قائم ہے اور وہ غمگین حالت میں یہ شعر پڑھ رہی ہے:

علٰی محمدٍ صلاۃ الابرار — صلّی علیک المصطفون الاخیار

قد کنتَ قوامًا بکیّ الاسحار — یالیت شعری و المنایا اطوار

هل تجمعی و حبیبی الدّار

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک لوگوں کا درود ہو، نیک برگزیدہ لوگ تجھ پر درود بھیجیں، بے شک تو نگران اور وقتِ سحر رونے والا تھا، کاش! مجھے معلوم ہوتا اور خدائی فیصلے مقرر ہیں، کیا تم مجھے اور میرے حبیب کو اس گھر میں جمع کردو گے''۔

بڑھیا کی یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر اثر انداز ہوئیں اور ان کو گزرا ہوا زمانہ یاد آگیا، پھر زاروقطار رونے لگے اور اس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بڑھیا نے پوچھا: کون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (اس وقت آہ و بکاء کا غلبہ تھا) میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہوں۔ کہنے لگیں: مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے کیا کام! اور اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کیا لینے آیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دروازہ کھولو! اللہ تم پر رحم کرے، تم گھبراؤ نہیں، چنانچہ بڑھیا نے دروازہ کھولا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے، پھر فرمایا کہ ابھی جو الفاظ تم کہہ رہی تھیں وہ دوبارہ دہراؤ، جب بڑھیا وہ الفاظ کہہ کر فارغ ہوئی تو فرمایا کہ میری درخواست ہے کہ مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلو، چنانچہ اس بڑھیا نے کہا: ''وعمر فاغفرلہ یاغفّار'' یعنی اے غفار! ہمارے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کی بھی مغفرت فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوگئے اور واپس چلے گئے۔[1]

---

[1] دیکھیے: ''منتخب کنزالعمال'' (۳۸۱/۴)

قصہ نمبر۳ ﴿بھوکا بچہ﴾

مدینہ منورہ میں نجار کے چند وفود آئے ہر طرف ہنگامہ اور شور برپا ہونے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ آؤ چلو! ہم اس رات چوری وغیرہ سے لوگوں کو بچانے کے لیے پہرہ داری کریں۔ چنانچہ وہ دونوں رات بھر پہرہ داری کرتے رہے اور جس قدر اللہ نے ان کے لیے لکھا تھا نمازیں پڑھتے رہے، اسی دوران حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی تو آواز کی طرف متوجہ ہوئے اور جا کر اس کی ماں سے کہا، جو اس کو چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی، خدا کا خوف کرو، اپنے بچے کا خیال کرو، یہ کہہ کر اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد بچہ کے رونے کی آواز آئی تو دوبارہ اس کی ماں کے پاس گئے اور اسی طرح اس کو سمجھا کر واپس آ گئے، رات کے آخری حصہ میں اس بچے کے رونے کی پھر آواز آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بچہ کی ماں کے پاس آئے اور سختی سے کہا کہ تیرا ناس ہو! لگتا ہے کہ تم بری ماں ہو، کیا بات ہے کہ تمہارا یہ بچہ ساری رات بے چین رہا؟ ماں نے پریشانی اور بھوک کے عالم میں جواب دیا کہ اے اللہ کے بندے! تو نے مجھے آج کی رات پریشان کیا، میں اصل میں اس بچہ کو دودھ چھڑانے کی مشق کرا رہی ہوں مگر یہ انکار کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہی ہو؟ بچہ کی ماں نے کہا کہ اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ اسی بچہ کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جس کا دودھ چھڑا لیا گیا ہو (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوف سے تھرانے لگے اور اس سے پوچھا کہ اس بچہ کی کتنی عمر ہے۔ اس کی ماں نے بتایا کہ اتنے مہینے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیرا ناس ہو! تو اس کا دودھ جلدی نہ چھڑا۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ فجر کی نماز پڑھائی تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی قرأت کے دوران آہ و بکا کا غلبہ محسوس کیا۔ جب سلام

پھیرا تو فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے تنگی ہو! مسلمانوں کے کتنے بچے مر گئے؟ اس کے بعد حالتِ اسلام میں پیدا ہونے والے ہر بچہ کے لیے وظیفہ کا حکم جاری فرمایا اور تمام علاقوں میں یہ فرمان نامہ لکھ کر بھیج دیا۔[1]

قصہ نمبر ۴ ﴿ایک نابینا بوڑھی عورت﴾

مدینہ کی ایک جانب ایک چھوٹا سا گھر تھا جس میں ایک نابینا بوڑھی عورت رہتی تھی، جس کے پاس ایک ڈول، ایک بکری اور کھجور کے پتوں سے بنی چٹائی کے سوا دنیا کا کچھ سامان نہیں تھا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہر شب اس عورت کی خبر گیری کیا کرتے تھے، اس کے لیے پانی کا انتظام کرتے اور اس کی حالت سنوارتے۔ اس بات کو ایک عرصہ بیت گیا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ہر چیز باسلیقہ اور ترتیب کے ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ فوراً سمجھ گئے کہ ضرور ان سے پہلے کوئی شخص آیا ہوگا جس نے سارا کام درست کر دیا، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کئی بار آئے اور ہر مرتبہ دیکھتے کوئی شخص ان سے پہلے آکر گھر کا کام کر جاتا ہے اور گھر کی صفائی وغیرہ کر جاتا ہے۔ (ایک دن) حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آخر کون ان سے پہلے آکر سارے کام کر جاتا ہے، گھر کے قریب کسی کونے میں چھپ گئے۔ اچانک ایک آدمی کو گھر کے قریب آتے دیکھا، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، پھر اندر چلا گیا، وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جو ان دنوں مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پوشیدہ جگہ سے باہر آئے، آپ رضی اللہ عنہ کے لیے حقیقت امر واضح ہوگئی، اپنے آپ سے اظہارِ تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے: ابوبکر! خدا کی قسم! تم ہی ہو سکتے ہو، خدا کی قسم! تم ہی ہو سکتے ہو۔[2]

---

[1] دیکھیے: طبقات ابن سعد (۳/۳۰۱)

[2] دیکھیے: منتخب الکنز (۴/۳۴۷)

قصہ نمبر ۵ ﴿ایک بدّو اپنی والدہ کو طواف کراتا ہے﴾

فضاؤں میں طواف کرنے والوں کی آوازیں گونج رہی تھیں، وہ بیت اللہ کو تکبیر وتہلیل کے عطر سے معطر کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو سیلاب کی طرح رواں تھے کہ اچانک اِن محبوبانِ خدا کے پیچھے ایک بدّو نظر آیا جو قد کا لمبا تھا، اس کے شانے چوڑے تھے، جوانی سے بھرپور تھا، اس نے اپنے کندھے پر اپنی بوڑھی ماں کو اٹھایا ہوا تھا جو ایک بڑی سی ٹوکری میں چہار زانوں بیٹھی تھی۔ وہ بدّو یہ اشعار گن گنا رہا تھا:

انـــا مـــطيتهـــا لا انـفـرُ　　　و اذا الركاب ذُعرت لا اذعر
وما حملتنی و ارضعتنی اکثر　　　لبيك اللّٰهم لبيك..........

''یعنی میں اس کی سواری ہوں، مجھے کوئی ناگواری نہیں، جب کہ سواری کا اونٹ گھبرا جاتا ہے مگر میں نہیں گھبراتا، میری ماں نے مجھے پیٹ میں اٹھایا اور دودھ پلایا وہ اس سے کہیں زیادہ ہے، لبیک اللّٰھم لبیک..........''

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو بیت اللہ کی ایک جانب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے تھے اور طواف کرنے والوں کو دیکھ رہے تھے، فرمایا کہ اے ابو حفص! (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت) چلو! ہم بھی طواف کریں تاکہ ہم سب پر رحمتِ خداوندی کا نزول ہو۔ چنانچہ وہ دونوں اس دیہاتی آدمی کے پیچھے پیچھے طواف کرنے لگے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس بدّو کو یوں جواب دینے لگے:

ان تبرّها فاللّٰه اشکر　　　يجزيك بالقليل الاكثر

''اگر تو اس کے ساتھ نیکی کرتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کر، اللہ تجھے تھوڑے عمل پر زیادہ اجر دیں گے''[1]

---

[1] دیکھیے: البيهقی فی شعب الايمان رقم (۷۹۲۵) و الكنز (۱۶/۵۸۲،۵۸۳)

قصہ نمبر ۶ ﴿ایک نوجوان اپنی قبر سے جواب دیتا ہے﴾

مدینہ منورہ میں ایک عابد و زاہد نوجوان رہتا تھا، اس نے مسجد کو ہی اپنا مسکن بنایا ہوا تھا، اکثر مسجد میں ہی رہتا تا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زبان سے تازہ تازہ احادیث کی سماعت نصیب ہو۔ اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، جب یہ نوجوان عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتا تو اپنے بوڑھے باپ کے پاس چلا جاتا، راستہ میں ایک عورت کا گھر پڑتا تھا، وہ عورت اس نوجوان پر فریفتہ ہو گئی، ایک دن وہ نوجوان وہاں سے گزرا تو وہ عورت اس کو بار بار بہکانے لگی حتیٰ کہ وہ نوجوان اس کے پیچھے لگ گیا۔ جب اس کے گھر میں داخل ہونے لگا تو اسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ (الاعراف: ۲۰۱)

''یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں''۔

فوراً بے ہوش کر گر گیا۔ اسی حالت میں اس کو اس کے والد کے پاس لے جایا گیا۔ نوجوان اسی حالت بے ہوشی میں رہا حتیٰ کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا۔ پھر جب اسے ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا کہ کیا ہوا تھا؟ اس نوجوان نے سارا واقعہ کہہ سنایا، باپ نے اس کو کہا کہ اے بیٹے! تو نے کونسی آیت پڑھی تھی؟ اس نے وہ آیت پڑھی تو پھر بے ہوش ہو کر گر گیا، جب گھر کے تمام افراد اور آس پاس کے پڑوسی جمع ہوئے اور اس کو ہلایا تو دیکھا وہ مرا ہوا ہے، چنانچہ اس کو غسل دے کر رات کے وقت دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اس نوجوان کے باپ کے پاس آئے، تعزیت کی پھر اس نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور چلا کر کہا کہ اے فلاں!

﴿وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ (الرحمٰن: ۴۶)

''جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس

کے لیے دو باغ ہیں''

اس نوجوان نے قبر سے جواب دیا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! مجھے میرے رب نے جنت میں وہ دو باغ دے دیئے ہیں، (اس نے دو مرتبہ کہا)۔

قصہ نمبر ۷ ﴿آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا﴾

حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ و خیرات کی ترغیب دے رہے تھے، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا سینہ کھل گیا اور چہرہ چمک اٹھا کیونکہ ان کے پاس (صدقہ کرنے کے لیے) مال موجود تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اپنے دل میں) کہنے لگے! آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا۔ چنانچہ وہ ہوا کی طرح دوڑتے ہوئے گئے اور واپس آئے تو ہاتھ میں مال سے بھری ایک بڑی تھیلی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ تھیلی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور نبی پاک ﷺ نے اس بڑی تھیلی کی طرف دیکھا، پھر پوچھا: اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کے لیے اسی قدر مال چھوڑ کر آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، آنحضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے، تھوڑی دیر نہ گزری ہوگی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں ایک بہت بڑا تھیلا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لائے ہوئے تھیلے سے بڑا تھا، اٹھائے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ حضور ﷺ مسکرائے اور پوچھا ''تم اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے متواضعانہ انداز میں جواب دیا کہ ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کی محبت) چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اپنے تعجب کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں کسی کام میں تجھ پر کبھی بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔[1]

---

[1] اخرجه ابو داؤد فی الزكاة رقم (۱۶۷۸)، والترمذی فی المناقب رقم (۳۶۷۵)

قصہ نمبر ۸ ﴿میں آپ کے بعد کسی کو بے قصور نہیں ٹھہراؤں گی﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، امّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے مال دار تھے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہ نے انفاقِ مال کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسولِ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم میری وفات کے بعد مجھے کبھی نہ دیکھ سکیں گے (یہ ارشاد سنتے ہی) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کانپ اٹھے اور خوف وگھبراہٹ کی حالت میں وہاں سے اٹھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہاں جا کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو آپ رضی اللہ عنہ کی ماں کیا کہتی ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خوف محسوس کیا، جیسے نیچے سے زمین ہل رہی ہو، پھر جلدی سے اٹھے اور امّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے جب حاضر ہوئے تو دو زانو ہو کر بیٹھے اور عرض کیا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہیں، اور میں آپ کے بعد کسی کو بے قصور نہیں ٹھہراؤں گی۔[1]

قصہ نمبر ۹ ﴿جُذّام زدہ عورت﴾

لوگوں کا ایک ہجوم بیت اللہ میں جمع تھا اور طواف میں مشغول تھا، تکبیر وتہلیل کی نداؤں میں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ اس اژدحام کے بیچ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک جذام زدہ عورت پر نظر پڑی کہ وہ طواف کر رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے خدا کی بندی! لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر تو اپنے گھر میں بیٹھتی تو زیادہ بہتر تھا۔ امیر المؤمنین کی اس بات پر اس عورت کو حیا آئی اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گئی، حتیٰ

---

[1] اخرجه احمد (۲۹۸/۶)

کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ایک آدمی کا اس عورت کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے کہا کہ جس نے تجھے (طواف کرنے سے) منع کیا تھا وہ فوت ہو گیا ہے، لہٰذا اب تم باہر نکل آؤ۔ وہ کہنے لگی! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ زندگی میں تو اس کی اطاعت کروں اور مرنے کے بعد اس کی نافرمانی کروں۔ چنانچہ وہ عمر بھر گھر میں ہی رہی حتیٰ کہ انتقال ہوا۔[۱]

قصہ نمبر ۱۰ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت﴾

پُروقار اور باعظمت انداز میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونٹ مبارک سے تسبیح و تقدیس کے کلمات نمایاں ہو رہے تھے اور سینہ مبارک سے احادیثِ مبارکہ کا ایک بحرِ ذخار موج زن ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت حلقہ بنائے بیٹھی تھی کہ یکا یک آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خواب مبارک ذکر کرتے ہوئے فرمایا: دریں اثناء کہ میں محوِ خواب تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، میں نے دیکھا کہ ایک عورت وہاں کے ایک محل کے پاس وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کے لیے ہے؟ بتایا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔ پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت یاد آئی تو میں وہاں سے آگے چلا گیا۔ (یہ سن کر) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں غیرت کروں گا؟[۲]

قصہ نمبر ۱۱ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹوں کا علاج کرتے ہیں﴾

عراق سے ایک وفد سخت گرمی کے زمانہ میں جب عرب کا ریگستان آفتاب کی تمازت سے آتشِ دوزخ کا منظر پیش کر رہا تھا، آیا۔ جس کی قیادت حضرت احنف بن

---

[۱] دیکھیے: "کنز العمال" (۱۰/۹۶)، و مؤطا الامام مالک. الحج رقم (۲۵۰)

[۲] دیکھیے: البخاری فی "صحیحہ" رقم (۳۴۷۷)

قیس رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ وہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈتے ہوئے جب پہنچے تو دیکھا کہ عمامہ اترا ہوا ہے، کمر پر گون باندھی ہوئی ہے اور زکوٰۃ میں آئے ہوئے اونٹوں کا علاج معالجہ کر رہے ہیں۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر حضرت احنف رضی اللہ عنہ پر پڑی تو فرمایا، اے احنف رضی اللہ عنہ! کپڑے تبدیل کرو اور آؤ۔ اس اونٹ کے علاج معالجہ میں امیر المؤمنین کے ساتھ تعاون کرو، اس میں یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا حق ہے۔ ان لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے۔ آپ اپنے کسی غلام کو حکم فرما دیتے، وہ یہ کام انجام دے دیتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عاجزانہ انداز میں فرمایا کہ بھلا مجھ سے بڑا غلام بھی کوئی ہوگا، اور یہ احنف رضی اللہ عنہ کون ہے؟ جو شخص مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ہو وہ مسلمانوں کا غلام ہے، جس طرح ایک غلام پر اپنے آقا کی خیر خواہی اور امانت کی ادائیگی ضروری ہے اسی طرح ان پر بھی ان امور کا بجا لانا ضروری ہے۔[1]

قصہ نمبر ۱۲ ﴿اے غلام! مجھے اپنے ساتھ سوار کرلو﴾

چلچلاتی دھوپ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوئے تھے، سر مبارک پر اپنی چادر رکھی ہوئی تھی کہ ایک غلام گدھے پر سوار ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے غلام! مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کرلو۔ غلام نے فوراً اپنی سواری کو روکا اور اپنے گدھے سے نیچے اتر کر عاجزانہ انداز میں عرض کیا: اے امیر المؤمنین! لیجئے! آپ رضی اللہ عنہ سوار ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں: تم سوار ہو جاؤ، میں تمہارے پیچھے سوار ہوتا ہوں، کیا تم مجھے پست جگہ پر سوار کرنا چاہتے ہو اور خود سخت جگہ پر سوار ہونا چاہتے ہو۔ بہر حال! غلام کا یہ اصرار تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بیٹھیں اور وہ پیچھے بیٹھے گا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصرار یہ تھا کہ

---

[1] دیکھیے: "الکنز" رقم (۱۴۳۰۷)، و مناقب امیر المؤمنین (۸۲)

غلام آگے سوار ہو اور وہ پیچھے بیٹھیں گے۔ بالآخر غلام نے امیر المؤمنین کی بات مان لی اور یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ایک غلام کے پیچھے بیٹھے داخل ہوئے اور لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔[1]

قصہ نمبر ۱۳ ﴿حضرت عمرؓ اپنے بیٹے کو ادب سکھاتے ہیں﴾

(ایک دن) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور عمدہ پوشاک زیب تن تھا۔ (تعیش پسندی دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو درّہ سے اتنا مارا کہ وہ رونے لگے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے اسے کیوں مارا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ یہ خود پسندی میں مبتلا ہے اس لیے میں نے چاہا کہ اس کے نفس کو اس کے سامنے حقیر بناؤں۔[2]

قصہ نمبر ۱۴ ﴿حضرت عمرؓ پانی کا مشکیزہ اٹھاتے ہیں﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے سے نیند کا غبار جھاڑا اور رعایا کی خبر گیری کے لیے نکل پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک عورت اپنی کمر پر پانی کی مشک اٹھائے ہوئے ہے اور ننگے پاؤں چلی جارہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے احوال دریافت کیے تو اس نے بتایا کہ وہ ایک عیال دار عورت ہے اور اس کے پاس کوئی خادمہ نہیں ہے۔ اس لیے وہ اپنے بچوں کو پانی پلانے کے لیے رات کے وقت خود ہی نکلی ہے اور دن کے وقت خوف کی وجہ سے اسے نکلنا پسند نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کے حالات سنے تو بڑے پسیجے اور خود اس کی مشک اٹھا کر اس کے گھر تک گئے۔ پھر فرمایا کہ تم صبح کے وقت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا، وہ تمہارے لیے کسی

---

۱ دیکھیے: "الکنز" رقم (۳۵۹۹۱)، و مناقب أمير المؤمنين (۱۷۷)

۲ دیکھیے: "لن تلقی مثل عمر (۲/۲۶۱)

خادمہ کا انتظام کر دیں گے۔ وہ کہنے لگی کہ میں ان تک نہیں پہنچ سکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں ان شاء اللہ وہ مل جائیں گے۔ چنانچہ جب وہ عورت صبح کے وقت ان کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ تو وہی ہیں۔ اس عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا۔ پھر بھاگ گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے خادمہ اور نفقہ کا حکم دیا اور اس کے چلے جانے کے بعد اس کو بھیج دیا۔[1]

قصہ نمبر ۱۵ ﴿اے عمرؓ! ہم آپ کی اطاعت نہیں کرتے﴾

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کہیں سے بہت سے کپڑے آئے تو آپ نے لوگوں میں وہ کپڑے تقسیم کر دیئے۔ ہر آدمی کو کپڑا ملا، پھر آپ رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بدن پر کپڑوں کا جوڑا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! میری بات سنو۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نہ آپ کی بات سنتے ہیں اور نہ مانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر کہا کہ اے ابوعبداللہ! کیوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے ہم میں تو ایک ایک کپڑا تقسیم کیا اور اپنی ذات کے لیے دو کپڑے رکھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوعبداللہ! جلدی نہ کرو، پھر آواز دی۔ اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ! ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں حاضر ہوں، فرمایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جو کپڑا میں نے پہنا ہوا ہے، کیا یہ تیرا کپڑا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، یہ میرا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، اب ہم آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت بھی کریں گے۔[2]

۱۔ دیکھیے: "لن تلقی مثل عمر" (۲/۲۶۰)، و اخبار عمر (۳۴۰)

۲۔ دیکھیے: "تاریخ الطبری" (۵/۲۴)

قصہ نمبر۱۶ ﴿حضرت عمرؓ سرزنش کرتے ہیں﴾

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ افواہیں گردش کرنے لگیں کہ وہ طرح طرح کے کھانے تناول کرتے ہیں اور یہ خبر یثرب کے تمام اطراف میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ جب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو بھی اس بات کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام "یرفا" سے کہا کہ جب تجھے پتہ چلے کہ وہ کھانے میں حاضر ہے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ جب یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو غلام نے آپ رضی اللہ عنہ کو مطلع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً تشریف لائے اور سلام کر کے اجازت طلب کی، اجازت ملی تو اندر تشریف لائے اور ان کے قریب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ثرید اور گوشت آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ تناول کیا، پھر بھنا ہوا گوشت آیا تو یزید نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا، خدا کا خوف کرو! اے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ! کیا کھانا کھا لینے کے بعد پھر دوبارہ کھاؤ گے؟ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے اگر تم لوگوں کے طریقہ کے خلاف چلو گے تو وہ بھی تمہارے طریقہ کے خلاف ہی چلیں گے۔[۱]

قصہ نمبر۱۷ ﴿عورت اور اس کا غائب شوہر﴾

سحری کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلی کوچوں میں گھوم رہے تھے اور لوگوں کے حالات معلوم کر رہے تھے کہ اچانک آپ رضی اللہ عنہ کے کان میں ایک پریشان حال عورت کی آواز پڑی جو اپنے جذبات کا ان دو شعروں میں اظہار کر رہی تھی:

تطاول هذا الليل و اسود جانبه

وارّقني ان لاحبيب ألاعبه

۱۔ دیکھیے: "منتخب کنز العمال" (۴/۴۰۱)

فلو لاحِذار اللّٰہِ لاشئ مثلہ

لزعزع من ھذا السریر جوانبہ

''رات طویل ہوگئی اور اس کے طراف میں تاریکی پھیل گئی، اگر خدا کا خوف نہ ہوتا جس کے مثل کوئی نہیں تو اس چارپائی کی تمام جوانب زور سے ہلا دی جاتیں''

ان دو شعروں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بڑا اثر کیا، اس عورت سے اجازت لی، پھر تشریف لا کر پوچھا، تو کیوں پریشان ہے؟ اس نے غمگین ہو کر کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے میرے خاوند کو اتنے مہینوں سے جلاوطن (شہر سے دور) کر رکھا ہے۔ حالانکہ مجھے اس کا اشتیاق ہو رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنجیدگی سے پوچھا کہ کیا تمہارا ارادہ کسی برائی کا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ معاذ اللہ! ہرگز نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حوصلہ رکھو، تمہارے شوہر تک پیغام پہنچ جائے گا۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، (اپنی صاحبزادی) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم سے ایک اہم بات پوچھنا چاہتا ہوں، تم اس کی وضاحت کر دو، پھر دھیمی آواز میں پوچھا کہ عورت کتنے عرصہ تک اپنے خاوند سے صبر کر سکتی ہے؟ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سر شرم کے مارے نیچے کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر تخفیف کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹی! بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے شرم نہیں فرماتے! حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حیام و شرم کی وجہ سے زبان سے تو نہیں جواب دیا، البتہ ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ تین ماہ تک یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر یہ فرمان جاری کر دیا کہ کوئی لشکر تین ماہ سے زیادہ نہ روکا جائے۔[۱]

۱۔ دیکھیے: "کنز العمال" (۵۷٦/۱٦) رقم (۴۵۹۲۴)

قصہ نمبر ۱۸ ﴿یہ عورت صحیح کہتی ہے، عمرؓ سے خطا ہوگئی﴾

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور لوگوں کے ایک کثیر مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لوگو! عورت کے مہر زیادہ نہ باندھو، (آیندہ) مجھے کسی کے متعلق یہ خبر نہ پہنچے کہ اس نے اس مقدار سے زیادہ مہر دیا ہے، جس مقدار میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے مہر دیا یا اس کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اِلّا یہ کہ میں اس سے زیادہ مقدار بیت المال میں مقرر کروں۔ یہ فرما کر منبر سے نیچے اتر آئے۔ راستہ میں ایک قریش کی عورت نے آپ رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور کہنے لگی۔ اے امیر المؤمنین! یہ بتایئے! اللہ کی کتاب (قرآن) اتباع کی زیادہ حق دار ہے یا آپ رضی اللہ عنہ کی بات؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب ہی اتباع کی زیادہ حق دار ہے، لیکن ہوا کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: آپ رضی اللہ عنہ نے ابھی ابھی لوگوں کو عورتوں کا زیادہ مہر باندھنے سے منع کیا ہے، حالانکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (النساء: ۲۰)

''اور اگر تم بجائے ایک بی بی کے دوسری بی بی کرنا چاہو اور تم اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر ایک عمر سے زیادہ فقیہ ہے۔ پھر واپس منبر کی طرف تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں نے تمہیں عورتوں کا مہر مقررہ مقدار سے زیادہ باندھنے سے منع کیا تھا لیکن اب حکم یہ ہے کہ ہر شخص جیسے چاہے اپنے مال میں تصرف کرے[1]

---

[1] دیکھیے: ''الکنز'' (۱۶/۵۳۶، ۵۳۷) رقم (۴۵۷۹۶)

قصہ نمبر ۱۹ ﴿اے عمر رضی اللہ عنہ! تجھ سے شیطان ڈرتا ہے﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ (لڑائی) میں تشریف لے گئے تھے، جب فاتح و منصور ہو کر واپس لوٹے تو ایک سیاہ فام بچی حاضرِ خدمت ہوئی اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر اللہ نے آپ کو صحیح سلامت واپس کیا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گیت گاؤں گی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے نذر مانی تھی تو بجالو ورنہ نہیں۔ اس بچی نے دف پکڑی اور بجانے لگی، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بجاتی رہی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ برابر بجاتی رہی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بجاتی رہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس بچی نے اپنی وہ دف زمین پر پھینکی اور خوف و ڈر کے مارے بیٹھ گئی، اس پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! شیطان تجھ سے خوف کرتا ہے۔[1]

قصہ نمبر ۲۰ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ، جن سے کشتی لڑتے ہیں﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پروقار اور پرسکون انداز میں بیٹھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد صحابہ وتابعین رضوان اللہ اجمعین کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو نادر اور انوکھے واقعات سنا رہے تھے۔ اسی اثناء میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی مدینہ کی کسی گلی میں ایک جن سے ملاقات ہوگئی۔ اس جن نے ان صحابی رضی اللہ عنہ کو کشتی کی دعوت دی۔ چنانچہ ان کی کشتی ہوئی تو ان صحابی رضی اللہ عنہ نے اس جن کو پچھاڑ دیا۔ وہ جن کہنے لگا کہ مجھے چھوڑو۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا، پھر اس جن نے دوبارہ کہا کہ اب دوبارہ کشتی ہو جائے؟ چنانچہ پھر ان میں کشتی ہوئی تو صحابی رضی اللہ عنہ نے

۱۔ الترمذی فی "السنن" (۶۲۰/۵)، و احمد فی "المسند" (۳۵۳/۵) و البیهقی فی "السنن" (۷۷/۱۰)

اس جن کو زور سے پٹخ دیا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ پھر ان صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے تم کمزور و لاغر جسم کے آدمی لگتے ہو، تیرے ہاتھ بھی کتے کے ہاتھوں جیسے ہیں!! یا پھر تم کوئی جن ہو؟ جن نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! میں جنوں میں سے ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس وقت تک چھوڑنے کا نہیں جب تک تم مجھے وہ دعا نہیں بتا دو گے جس کے ذریعہ ہم تمہارے اثر سے محفوظ رہ سکیں۔ اس جن نے کہا کہ وہ آیت الکرسی ہے۔ کسی نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ صحابی رضی اللہ عنہ کون شخص تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایسا صحابی عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کون ہوسکتا ہے۔[۱]

قصہ نمبر ۲۱ ﴿حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں﴾

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے کوکبہ میں امیر المومنین کی حیثیت سے بیٹھے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ کے اردگرد بیٹھے مختلف باتیں کر رہے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا ذکرِ خیر کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی کرنے لگے کہ خدا کی قسم! اے امیر المومنین! ہم نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو آپؓ سے زیادہ انصاف کرنے والا ہو، آپ سے زیادہ حق گو ہو اور آپ سے زیادہ منافقین پر سخت گیر ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ (یہ سنتے ہی) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا، وہ بھی ان میں بیٹھے تھے آپے سے باہر ہو رہے تھے، پھر چلا کر کہنے لگے: خدا کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جو ان (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اے عوف! وہ کون ہے؟ عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واقعی، عوف سچ کہتے ہیں اور تم جھوٹ کہتے ہو۔ خدا گواہ ہے۔

---

[۱] دیکھیے: الطبرانی "المعجم الکبیر" (۹/۱۸۳)، و الهیثمی "مجمع الزوائد" (۹/۷۱) و ابن الجوزی فی المناقب (۴۸)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار تھے، میں تو اپنے گھر کے اونٹوں سے زیادہ بھٹکنے والا ہوں (یہ تواضعاً فرمایا ہے)۔[۱]

قصہ نمبر ۲۲ لوگوں کے شکم سیر ہونے تک میں گھی نہیں کھاؤں گا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ساٹھ درہموں کا گھی خریدا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس پر نظر پڑی تو پوچھا، یہ کیا ہے؟ بیوی نے کہا کہ گھی ہے، جو میں نے اپنے مال سے خریدا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نفقہ سے نہیں خریدا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ گھی نہیں چکھوں گا تاوقتیکہ لوگ شکم سیر ہو جائیں۔[۲]

قصہ نمبر ۲۳ حضرت عمرؓ اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہیں

غم وحزن کے عالم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے اور لوگوں سے مخاطب ہوئے، لوگوں کی اتنی تعداد تھی کہ مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی، فرمایا: لوگو! میں اپنی حیثیت سے واقف ہوں، میں اپنی خالہ جو بنومخزوم سے تعلق رکھتی تھیں، کی بکریاں چرایا کرتا تھا جس کے عوض مجھے مٹھی بھر کھجوریں ملتی تھیں۔ یہ فرمایا اور منبر سے نیچے اتر گئے، ہر طرف تعجب خیز آوازیں آنے لگیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو کس لیے جمع کیا تھا؟ یہ آپ رضی اللہ عنہ نے کیا بات کہی ہے؟ خدا گواہ ہے، ہمیں تو کچھ سمجھ نہیں آیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ کر دریافت کیا: اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ کی کیا مراد تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرتعش ہونٹوں کو ہلاتے ہوئے فرمایا۔ اے ابن عوف رضی اللہ عنہ! تیرا ناس ہو؟ میں نے اپنے نفس سے خلوت کی تو نفس نے کہا: تو امیر المؤمنین ہے، تیرے

---

[۱] دیکھیے: "کنز العمال" رقم (۳۵۶۲۹)

[۲] دیکھیے: "مناقب أمیر المؤمنین لابن الجوزی ص ۸۱

اور اللہ کے درمیان اور کوئی نہیں ہے، بھلا تجھ سے افضل اور کون ہوسکتا ہے؟ پس میں نے چاہا کہ اس کو اس کی حیثیت جتا دوں۔[1]

قصہ نمبر ۲۴ ﴿اے امیر المؤمنین! خدا کا خوف کرو﴾

ایک دفعہ ایک آدمی، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور غصہ سے کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! خدا کا خوف کھائیے! لوگوں میں سے ایک آدمی اٹھا اور اس سے کہنے لگا: کیا تم امیر المؤمنین کو کہہ رہے ہو کہ خدا کا خوف کرو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو یہ بات کہنے دو، اس نے کیا اچھی بات کہی ہے۔ تم میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جب کہ تم یہ بات ہم سے نہ کہو اور ہم میں کوئی بھلائی نہیں جب کہ ہم تم سے یہ بات قبول نہ کریں۔[2]

قصہ نمبر ۲۵ ﴿اے عمر رضی اللہ عنہ! تجھ میں دو عیب ہیں﴾

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور از راہِ نصیحت اعلان کیا کہ میں تم کو خدا تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں جو آدمی میرے اندر کوئی عیب جانتا ہو وہ اس عیب کو ضرور ذکر کرے، (یہ اعلان ہوتے ہی) ہر طرف شور و غوغا مچ گیا، آوازیں بلند ہونے لگیں، اتنے میں ایک آدمی اٹھا اور اس نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کے اندر دو عیب ہیں (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ دمک اٹھا اور مسکراتے ہوئے دریافت کیا، وہ کونسے عیب ہیں، اللہ تجھ پر رحم فرمائے؟ اس آدمی نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس دو قمیصیں ہیں، ایک قمیص پہنتے ہیں، اور دوسری اتارتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نوع بہ نوع کھانے جمع کرتے ہیں، جب کہ یہ عام لوگوں کی وسعت سے باہر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! خدا کی قسم! اب میں دو قمیصوں اور دو طرح کے کھانوں کو ہرگز جمع نہیں کروں گا،

---

[1] دیکھیے: "منتخب کنز العمال" (۴/۴۱۸)

[2] "مناقب أمیر المؤمنین" ص (۱۷۴)

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اس پر قائم رہے یہاں تک کہ اللہ سے ملاقات فرمائی۔[۱]

قصہ نمبر ۲۶ ﴿میرے پاس اس کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا﴾

مسجد آخر تک بھری ہوئی تھی، لوگ سوالیہ نظروں سے باہم تبادلہ خیالات کرنے لگے کہ امیر المؤمنین کو آنے میں تاخیر کیوں ہوگئی، وہ کہاں ہیں؟ چند لمحوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھنے کے بعد لوگوں سے معذرت خواہی کرتے ہوئے فرمایا: میں اصل میں اپنے یہ کپڑے دھو رہا تھا اور میرے پاس اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔[۲]

قصہ نمبر ۲۷ ﴿حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی فطانت﴾

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک چھوٹی سی دیوار کے نیچے چہار زانو بیٹھے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد آپ کے احباب بیٹھے تھے۔ وعظ و نصیحت کی باتیں اور نادر و عمدہ گفتگو جاری تھی کہ کسی جانب سے بدبو سی اٹھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اس شخص کو بقسم کہتا ہوں کہ وہ اٹھے اور وضو کرے۔ لوگ ایک دوسرے کی طرف تکنے لگے اور انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر عمل دشوار محسوس ہوا تو حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہم سب وضو کر لیتے ہیں، ان کا مقصد اس سے یہ تھا کہ اس طرح اس شخص کی سبکی نہ ہوگی جس نے ہوا خارج کی ہے۔ (ان کی بات سن کر) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا! اللہ تجھ پر رحم فرمائے!! تم زمانہء جاہلیت میں بھی کیا ہی خوب سردار تھے اور زمانہء اسلام میں بھی کیا ہی خوب سردار ہو۔[۳]

---

[۱] دیکھیے: "طبقات ابن سعد" (۲۹۳/۳)، و ابن الجوزی فی المناقب (۱۷۳)

[۲] دیکھیے، "أحمد فی الزهد" ص ۱۲۴، و ابن الجوزی فی المناقب ص ۱۳۸ و ابن المبرد و محض الصواب (۵٦٦/۲)

[۳] دیکھیے: "کنز العمال" (۷۳۳/۳، ۷۳۴) رقم (۸٦۰۸)

قصہ نمبر ۲۸ ﴿اگر تم ٹیڑھے ہو گئے تو ہم سیدھا کر دیں گے﴾

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بنو حارثہ کے چشمہ کے پاس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ بڑے جرأت مند اور حق گو آدمی تھے۔ خواہ اس حق بات کہنے پر موت بھی ہوتی۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ اے محمد! تم مجھے کیسا پاتے ہو، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسے میں پسند کرتا ہوں اور جیسے وہ شخص چاہتا ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے خیر کو پسند کرتا ہے، میں آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ مال جمع کرنے پر بڑے طاقت ور ہیں اور اس (مال) سے پاک دامن ہیں، مال کی تقسیم میں عدل کرتے ہیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ ٹیڑھے ہو گئے تو ہم آپ کو تیر کی طرح سیدھا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہوتے ہوئے فرمایا، اللہ کا شکر ہے جس نے ایسے لوگ بھی میری قوم میں پیدا کیے ہیں کہ جب میں ٹیڑھا ہونے لگتا ہوں تو وہ مجھے سیدھا کر دیتے ہیں۔[1]

قصہ نمبر ۲۹ ﴿کسی کو اپنا ثالث مقرر کر لیتے ہیں﴾

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چلو! کسی کو اپنا حکم (ثالث) مقرر کر لیتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کو قبول کرتے ہوئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ثالث بنانا تجویز کیا، چنانچہ وہ دونوں حضرات حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنا ایک فیصلہ کروانے آئے ہیں، حالانکہ دوسرے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے فیصلے کروانے آتے تھے۔ جب وہ دونوں ان کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ

---

[1] دیکھیے: "منتخب کنز العمال" (۳۸۱/۴)

نے امیر المؤمنین کے لیے اپنا فراش کشادہ کیا اور ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! یہاں تشریف رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا، یہ تم نے اپنے فیصلہ میں پہلا ظلم کیا ہے، میں اپنے فریق مخالف کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے (کسی بات کا) دعویٰ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پُر امید ہو کر حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ امیر المؤمنین کو قسم سے بری کر دیں اور میں ان کے سوا اور کسی کے لیے اس کی درخواست نہیں کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاتے ہوئے فوراً قسم کھالی پھر دوبارہ قسم کھائی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس فیصلے کا ادراک نہیں ہو پا رہا تھا کہ ان کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عام مسلمان آدمی برابر ہو گیا۔[1]

قصہ نمبر ۳۰ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شانِ زاہدانہ﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام گئے تو استقبالیہ وفد آنے سے کچھ پہلے راستہ میں ایک دریائی گزرگاہ آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ سے اترے، جوتے اتار کر ایک طرف کو پھینکے اور اونٹ کی مہار کو پکڑ کر اس پانی میں گھس گئے، اور وفود کے آنے تک اسی حالت میں رہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے ان شامیوں کے سامنے ایک عجیب کام کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر مارتے ہوئے کہا، ہائے افسوس! اے ابوعبیدہ! تمہارے سوا کوئی اور یہ بات کہتا تو کچھ حرج نہیں تھا، تم لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل، حقیر اور قلیل تھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ تم کو عزت دی، اگر تم اسلام کے سوا کسی چیز میں اپنی عزت تلاش کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر دے گا۔[2]

---

[1] دیکھیے: "السنن الکبری" (۱۰/۱۳۶)، و "کنز العمال" (۵/۵۹۵) رقم (۱۴۰۵۸)

[2] دیکھیے :ابن الجوزی فی مناقب أمیر المؤمنین ص (۱۴۶)

قصہ نمبر ۳۱ ﴿اے عمرؓ! تو نے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی کسی گلی میں دوڑتے ہوئے جا رہے تھے، راستہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اے امیر المؤمنین! کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ توقف کیے بغیر جواب دیا کہ زکوٰۃ کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعجبانہ انداز میں کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد والوں کو تو مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر ایک بکری بھی فرات کے کنارے چلی جائے تو قیامت کے دن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی باز پرس ہوگی۔[1]

قصہ نمبر ۳۲ ﴿حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی فضیلت﴾

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ تاریخ اسلامی ہزاروں شخصیات کے کارناموں سے بھری ہوئی ہے لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی صدا آج بھی اسی طرح گونج رہی ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ ان کا وظیفہ مقرر کیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ابا جان! آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے چار ہزار اور میرے لیے تین ہزار وظیفہ مقرر کیا ہے۔ جب کہ ان کے والد کا مقام آپ سے کچھ زیادہ نہیں ہے اور مجھ سے زیادہ ان کا مرتبہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ، بالکل نہیں! ان کے والد، رسول اللہ ﷺ کو تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور یہ خود رسول اللہ ﷺ کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے، (جب یہ بات سنی تو) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وظیفہ پر خوش ہوگئے جو ان کے لیے مقرر ہوا۔[2]

---

[1] دیکھیے: ابن الجوزی فی مناقب أمیر المؤمنین ص (۱۴۶)

[2] دیکھیے: "الطبقات الکبری" (۴/ ۶۱، ۷۳)

قصہ نمبر ۳۳ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی﴾

جب کسریٰ کی تلوار، پیٹی اور زیور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا گیا تو فرمایا: وہ قوم جس نے یہ چیزیں بھیجی ہیں بہت ہی دیانت دار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جب پاکدامنی اختیار کی تو لوگوں نے بھی پاکدامنی کو اختیار کیا۔[۱]

قصہ نمبر ۳۴ ﴿حضرت عمرؓ ابنِ حذافہ کے سر کو بوسہ دیتے ہیں﴾

۱۹ ہجری میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر رومیوں سے لڑنے کے لیے روانہ کیا، اس لشکر میں ایک آدمی تھے جن کا نام عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی تھے۔ رومیوں نے ان کو قید کر لیا اور زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ جب اپنے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحابی ہے۔ بادشاہ یہ سن کر اپنے تخت سلطنت سے نیچے اترا اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اس وقت شاہی محل میں ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ کھڑے تھے۔ ان بیڑیوں سے ان کی قوت اور ہیبت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح یہ مسلمان جن کی نظر میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عیش پسندی اور مرفہ الحالی میں مبتلا ہو جائیں۔ وہ قریب آیا اور اس نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم نصرانیت قبول کر لو تو میں تمہیں اپنی بادشاہی اور سلطنت میں شریک کر لوں گا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نہایت ثابت قدمی کے ساتھ جواب دیا کہ اگر تم مجھے اپنی تمام دولت جس کے تم مالک ہو اور وہ تمام دولت جس کے عرب والے مالک ہیں، دے دو اور مجھ سے کہو کہ تم دینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ دو تو میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے تیز لہجہ میں کہا کہ اگر نہیں مانو گے

---

[۱] دیکھیے: "تاریخ الطبری" (۴/۲۰۰)

تو ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جو چاہو کرلو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو سولی پر لٹکا دو۔ تیراندازوں کو کہا کہ تم اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے قریب ہو کر تیر برساؤ۔ چنانچہ تیراندازوں نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ پر تیروں کی بارش برسا دی۔ دوسری طرف بادشاہ انہیں عیسائیت قبول کرنے کا کہہ رہا تھا، لیکن ان کی سزا سے ان کے ایمان میں اضافہ ہی ہوا، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں نیچے اتار دو چنانچہ نیچے اتارا گیا، پھر بادشاہ نے ایک دیگ منگوائی اور اس میں روغنِ زیتون ڈالا، جب وہ خوب گرم ہو کر تپنے لگا تو اس نے دو مسلمان قیدیوں کو بلایا، ایک کے لیے حکم دیا کہ اس کو اس کے اندر ڈال دیا گیا، وہ اس دیگ میں تڑپتا رہا حتیٰ کہ اس کا گوشت گل گیا اور ہڈیاں نظر آنے لگیں، بادشاہ اس کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ پر نصرانیت پیش کرتا رہا مگر ان کا انکار پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ پھر بادشاہ نے ان کو بھی اس دیگ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ جب لشکری ان کو لے کر جانے لگے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور آنسو رواں ہو گئے۔ کسی نے بادشاہ سے جا کر کہا وہ رو رہے ہیں۔ بادشاہ نے سمجھا کہ وہ گھبرا گئے ہیں اور ڈر گئے ہیں، بادشاہ نے ہنستے ہوئے کہا، اس کو واپس لے آؤ۔ جب واپس لائے گئے تو بادشاہ نے ان پر عیسائیت پیش کی مگر انہوں نے انکار کیا۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر حیرانگی سے پوچھا، پھر تم کیوں روئے تھے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس لیے رویا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس وقت تجھے دیگ میں ڈالا جا رہا ہے جس کے نتیجہ میں صرف ایک جان جائے گی، میری خواہش ہوئی کہ کاش! میرے جسم کے ہر بال کی تعداد کے برابر جانیں ہوتیں جو اللہ کی راہ میں قربان کی جاتیں۔ بادشاہ نے حیرت سے اپنا سر ہلایا کہ یہ آدمی تو موت کو معمولی چیز خیال کرتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ آگے بڑھا اور یہ پیش کش کی اگر تم میرے سر کو بوسہ دے دو تو میں تمہیں رہا کر دوں گا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر کہا کہ نہیں! صرف مجھے نہیں تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کرو گے؟ بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے، تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر خدا کے

اس دشمن کے سر کو بوسہ دے دوں اور سارے مسلمان قیدی رہا ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس کے سر کو بوسہ دیا۔ اس نے وعدہ کے مطابق مسلمان قیدی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کو لے کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ سنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور سینہ کھل گیا، پکار کر فرمایا: ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دے اور آغاز میں کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے، تھوڑے سے جھکے اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔[1]

قصہ نمبر ۳۵ ﴿ایک شہسوار اور مالِ غنیمت﴾

لڑائی ختم ہوئی، تلواروں کی آوازیں بند ہوئیں، ہر طرف مقتولین کی نعشیں اور اعضاء بکھر گئے۔ ایمان و اسلام کا علم بلند ہوا اور مسلمانوں کی فتح کا اعلان ہوا تو مجاہدین میدانِ جنگ سے مالِ غنیمت جمع کرنے لگے۔ ان شہسواروں میں ایک بڑا جنگ جو اور بہادر شہسوار بھی تھا، اس کو دشمن کی طرف سے بڑے زخم لگے تھے، حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے اس کو مالِ غنیمت میں سے اس کا حصہ دیا لیکن پورا نہیں دیا۔ اس مجاہد نے لینے سے انکار کیا اور مطالبہ کیا کہ اسے اس کا سارا حصہ دیا جائے وہ رائی کا ایک دانہ بھی نہیں چھوڑے گا۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو بیس درے لگائے اور اس کا سر مونڈ دیا۔ اس آدمی نے زمین پر بکھرے ہوئے اپنے بال اکٹھے کیے اسے ایک تھیلی میں ڈالا اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ جب امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو اپنے وہ بال تھیلی سے نکالے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر دے مارے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا بات ہے؟ اس آدمی نے اپنا سارا قصہ ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ آتش غضب سے بھڑک اٹھا اور حضرت ابوموسیٰ

---

[1] دیکھیے: "کنز العمال" (۱۳/ ۴۹۰، ۴۹۲)

الاشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا: دعا وسلام کے بعد: فلاں بن فلاں نے مجھے ایسا ایسا بتایا ہے، میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے یہ کام لوگوں کے بھرے مجمع میں کیا ہے تو تو بھی اس کے لیے لوگوں کے مجمع میں بیٹھ، تاکہ وہ تجھ سے اپنا بدلہ لے، اور اگر تو نے یہ کام خلوت میں کیا ہے تو تو بھی اس کے لیے خلوت میں بیٹھ تاکہ وہ تجھ سے بدلہ لے سکے۔[۱]

قصہ نمبر ۳۶ ﴿بھاگنے والا بادشاہ﴾

جبلۃ بن الایھم شاہِ غسان، نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور شاہانہ انداز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور خوش آمدید کہا، اور اس کو اونچا مقام دیا۔ ایک دن جبلۃ بن الایھم خانۂ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا کہ بنو فزارۃ کے ایک بدّو نے ان کے تہبند کو روند دیا (یعنی اس کا پاؤں آ گیا) جبلۃ نے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا، وہ بدّو، امیر المؤمنین کے پاس چلا گیا اور جبلۃ کے خلاف درخواست دائر کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلایا اور اس کو سنجیدگی اور متانت سے کہا کہ یا تو تم اس کو راضی کر لو یا پھر وہ تجھے بھی اسی طرح مارے گا جس طرح تو نے اس کو مارا ہے۔ جبلۃ پر یہ بات گراں گزری اور غرور ونخوت میں کہنے لگا: کیا تم ایک بادشاہ اور ایک عام آدمی کے درمیان امتیاز نہیں کرتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ اسلام نے تم دونوں کو یکساں کر دیا ہے۔ جبلۃ نے کہا کہ پھر میں نصرانی ہوتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری گردن اڑاؤں گا۔ جب جبلۃ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استقلال اور دینی صلابت دیکھی تو کل تک کے لیے مہلت طلب کر کے راتوں رات اپنی قوم کو ساتھ لے کر قسطنطنیہ بھاگ گیا اور ہرقل کے پاس چلا گیا۔[۲]

---

۱ دیکھیے: "كنز العمال" (۱۵/۷۹) رقم (۴۰۱۸۰)

۲ دیکھیے: "لن تلقى مثل عمر" (۳/۲۹۷)

قصہ نمبر ۲۷ ﴿اپنے دوست کو لڑکے کی خوشخبری دیجئے﴾

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم سے ردائے شب دور کی اور عوام الناس کی خبر گیری کے لیے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں گشت کرنے لگے۔ اچانک ایک گھر سے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی تو قریب گئے تو ایک آدمی نظر آیا جو گھر کے دروازہ کے سامنے اکڑوں بیٹھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ وہ ایک صحرا نشین آدمی ہے۔ امیر المؤمنین کے پاس حاضر ہوا ہوں تاکہ ان سے کوئی مہربانی حاصل کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آواز جو میں گھر سے آتی سن رہا ہوں یہ کیسی ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ میری بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس کے پاس کوئی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے اپنے گھر گئے اور اپنی زوجہ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تم اجر حاصل کرنا چاہتی ہو؟ بیوی نے کہا کہ کیسا اجر؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک بیچاری عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اس کے پاس کوئی بھی نہیں ہے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جی ہاں، اگر آپ چاہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر کپڑا تیل وغیرہ جو ایک عورت کو ولادت کے وقت چاہیے ہوتا ہے وہ لے لو اور ایک ہانڈی جس میں چکنائی ہو اور آٹا لے آؤ۔ چنانچہ وہ یہ چیزیں لے آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام چیزوں کو اپنی کمر پر لادا اور بیوی سے کہا کہ تم چلو۔ وہ آپ کے پیچھے پیچھے چلتی گئیں۔ یہاں تک اس گھر تک پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اس عورت کے پاس اندر چلی جاؤ۔ خود آئے اور اس آدمی کے پاس بیٹھ گئے اور ہانڈی کے نیچے آگ جلائی اور خود پھونکنے لگے، دھواں آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی میں پہنچ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہانڈی پک کر تیار ہوگئی اور عورت نے بچہ بھی جنم دیا۔ بچہ کے رونے کی آواز آئی، ام کلثوم نے کہا، امیر المؤمنین! اپنے دوست کو بچہ کی خوشخبری دیجئے۔ جب اس دیہاتی نے امیر المؤمنین کا لفظ سنا تو ہکا بکا

رہ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت کے مارے پیچھے ہٹنے لگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ کچھ خیال نہ کرو، اپنی جگہ پر ہی رہو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ہانڈی اٹھائی اور دروازہ پر رکھ کر (اپنی بیوی سے) کہا کہ اس عورت کو پیٹ بھر کر کھلاؤ، چنانچہ انہوں نے اس عورت کو پیٹ بھر کر کھلایا اور پھر وہ ہانڈی باہر دروازہ پر رکھ دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس ہانڈی کو اٹھایا اور اس آدمی کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ کھاؤ، کھاؤ! تو رات بھر جاگتا رہا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ باہر آجاؤ۔ اور اس آدمی سے فرمایا کہ تم صبح کو آجانا ہم تمہارے لئے سامانِ ضروریات کا حکم دے دیں گے، چنانچہ وہ آدمی حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو ضروری اشیاء فراہم کر دیں۔[1]

قصہ نمبر ۳۸ ﴿توبہ کرنے والا بوڑھا شخص﴾

ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا دُرّہ لیے نکلے۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ایک گھر میں آگ کی روشنی دیکھی، آپ رضی اللہ عنہ اس گھر کے پاس پہنچے اور اس میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہے جس کے سر کے بال سفید ہو چکے ہیں۔ اس کے سامنے شراب رکھی ہے اور ایک لونڈی گانا گا رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر دھاوا بولا اور فرمایا: میں نے اس بوڑھے سے زیادہ قبیح منظر رات کے وقت نہیں دیکھا جو بوڑھا اپنی اجل کا انتظار کر رہا ہے!! اس آدمی نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے جو حرکت کی ہے وہ زیادہ قبیح ہے! آپ نے ٹوہ لگائی۔ حالانکہ آپ نے خود ٹوہ لگانے سے منع کیا ہے اور (دوسرا یہ کہ) آپ بلا اجازت داخل ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے، آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور رنجیدہ خاطر ہو کر کہنے لگے: عمر! تیری ماں تجھ پر روئے، اگر پروردگار نے اسے معاف نہ

۱۔ دیکھیے: "ابن الجوزی فی المناقب" ص ۸۵

کیا تو کیا بنے گا۔ وہ ان سے چھپتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ لیا ہے وہ ضرور سزا دیں گے۔ وہ بوڑھا شخص ایک عرصہ تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں نہیں آیا۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا جیسے وہ اپنے آپ کو چھپا رہا ہو اور مجلس کے آخر میں آکر بیٹھ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس پر نظر پڑ گئی، فرمایا کہ اس بوڑھے آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ ایک آدمی اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ امیر المؤمنین کے پاس چلو، وہ آدمی (بوڑھا) اٹھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف سر پر سوار تھا کہ وہ ضرور اس کو سزا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ اس کو اپنے قریب کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے ساتھ بٹھا لیا اور آہستہ آواز میں اس کے کان میں کہا کہ سنو! اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے لوگوں میں سے کسی کو بھی اس واقعہ کی خبر نہیں دی جس کا میں نے مشاہدہ کیا تھا حتی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں بتایا جو کہ میرے ساتھ تھے۔ اس آدمی نے بھی کہا کہ اے امیر المؤمنین! اپنا کان قریب کیجئے۔ پھر کان میں کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی وہ کام دوبارہ نہیں کیا یہاں تک میں اپنی اس جگہ پر بیٹھ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا، لوگ نہ سمجھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کس وجہ سے تکبیر کہی ہے[۱]

قصہ نمبر ۳۹ ﴿فلاں کے گھر چلو﴾

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اپنی مجلس میں موجود نہ پایا۔ حالانکہ وہ ایک عرصہ تک آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ کسی مصیبت سے دوچار نہ ہو گیا ہو۔ چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ فلاں شخص کے گھر چلتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ آخر وہ کہاں رہ گیا؟ دونوں حضرات اس آدمی کے گھر پہنچے، گھر کا دروازہ کھلا پایا اور وہ خود

---

[۱] دیکھیے: "کنز العمال" (۲۹۲/۳، ۲۹۳)

بیٹھا ہے اور اس کی بیوی اس کے لیے برتن میں شراب ڈال رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ سے آہستہ آواز میں کہا کہ یہی وہ کام ہے جس نے اس کو ہم سے غافل کیا۔ ابن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کو کیا پتہ کہ برتن میں کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے وہم کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں یہ (امرِ ممنوع) تجسس ہے؟ ابن عوف رضی اللہ عنہ نے تاکید کے ساتھ کہا کہ یہ تجسس ہی تو ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر اس سے توبہ کی کیا صورت ہے؟ ابن عوف رضی اللہ عنہ ے کہا کہ جس چیز سے تم مطلع ہوئے ہو اس سے بے خبر ہو جاؤ اور تمہارے دل میں خیر کے سوا کچھ نہ ہو۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات جہاں سے آئے تھے واپس چلے گئے۔[1]

قصہ نمبر ۴۰ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیوار پھاندتے ہیں﴾

ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رات کے وقت مدینہ کی گھاٹیوں میں مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے جا رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گھر سے کسی آدمی کی آواز سنی جو بے ہودہ الفاظ کے ساتھ گانا گا رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کے گھر کی دیوار پھاندی اور فرمایا: اے خدا کے دشمن! تیرا کیا خیال ہے، کیا تیرا گناہ خدا تعالیٰ سے چھپ سکتا ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! جلدی نہ کیجئے! اگر میں نے خدا تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے خدا کی تین نافرمانیاں کی ہیں۔ ایک تو آپ نے تجسس (ٹوہ لگانا) کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ (الحجرات: ۱۲)

''یعنی ٹوہ مت لگاؤ''

دوسرا آپ دیوار پھاند کر آئے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ (البقرة: ۱۸۹)

---

[1] دیکھیے: ''کنز العمال'' (۳/۸۰۷، ۸۰۸) رقم (۸۸۲۵)

''یعنی گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ''

اور تیسری نافرمانی یہ کی آپ رضی اللہ عنہ بلا اجازت اندر داخل ہوئے۔ حالانکہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْذِنُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النور ۲۷)

''یعنی کسی کے گھر طلب اجازت کے بغیر داخل نہ ہو اور ان کو سلام کرو''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میرے ساتھ نیکی کرو گے، اگر تم مجھے معاف کر دو؟ اس آدمی نے کہا کہ ہاں، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو معاف کیا، آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے اور اس آدمی کو چھوڑ دیا۔[۱]

قصہ نمبر ۴۱ ﴿ایک آدمی جس کو عورتیں بلاتی ہیں﴾

آدھی رات کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کی آواز سنی جو پردہ کے نیچے سے پکار رہی تھی:

هل من سبيل الى خمر فأشربها	أم هل سبيل الى نصر بن حجاج
الى فتى ماجد الأعراق مقتبل	سهل المحيا كريم غير ملجاج

''کیا شراب نوشی کی کوئی صورت ہے؟ یا نصر بن حجاج کے پاس جانے کی کوئی سبیل ہے؟ ایسا نوجوان جس کی جوانی بھرپور ہے، دبلا پتلا ہے، چہرہ ستواں ہے اور ضدی جھگڑالو نہیں ہے''۔

(یہ سنتے ہی) آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں ہو گئے، فرمایا کہ اس وقت میرے ساتھ تو کوئی آدمی نہیں ہے جس کو یہ عورتیں پکارتی ہوں (حکم دیا کہ) نصر بن حجاج

---

[۱] دیکھیے: ''الکنز'' (۸۰۸/۳)

کو میرے سامنے حاضر کرو۔ جب نصر بن حجاج حاضر ہوا تو آپ نے اس کے بال کٹوا دیئے، پس اس کے دونوں رخسار چاند کے دو ٹکڑے معلوم ہونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کے سر پر عمامہ باندھو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، پھر اس کو فرمایا کہ جس شہر میں مَیں ہوں اس میں تم سکونت اختیار نہ کرو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بصرہ بھیج دیا۔ اس عورت کو اپنی جان کا خطرہ ہوا جس کی باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لی تھیں۔ چنانچہ اس نے یہ اشعار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجے۔

قل للامام الذی تخشی بوادره مالی و للخمرأ و نصر بن حجاج

انی غیت أبا حفص بغیرھما یثرت الحبیب و طرف فاترساج

''امامِ وقت سے کہہ دو جن کے غضب سے ڈرا جاتا ہے کہ میرا شراب یا نصر بن حجاج سے کیا تعلق، میری مراد تو ابوحفص ہیں جن کی آنکھیں نشیلی اور نگاہ خمار آلود ہیں''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پیغام بھیجا کہ مجھے تیری طرف سے خیر پہنچی ہے، میں نے اس آدمی کو تمہاری وجہ سے نہیں نکالا بلکہ مجھے اس کے متعلق یہ خبر ملی تھی کہ وہ عورتوں کے پاس آتا جاتا ہے جن پر مجھے اطمینان نہیں ہے۔[1]

قصہ نمبر ۴۲ ﴿اپنے رب کو کیا جواب دو گے؟﴾

ایک آدمی نے چلا کر کہا: اے امیر المؤمنین! میرے ساتھ چلیں! فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے، میری مدد کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا دُرّہ اٹھایا اور اس کے سر پر مارا اور فرمایا: تم لوگ عمر رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہو وہ تمہارے لئے نمائش گاہ ہے۔ جب وہ (عمر رضی اللہ عنہ) مسلمان کے کسی کام میں مشغول ہوتا ہے تو تم آجاتے ہو کہ میرے ساتھ چلو، میرے ساتھ چلو۔ وہ آدمی غصہ سے بھرا ہوا واپس چلا گیا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ فرو ہوا تو) فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ۔ وہ آیا تو اس کو اپنا دُرّہ

[1] دیکھیے: "طبقات ابن سعد" (۲۰۵/۱)

دیا اور فرمایا کہ مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس آدمی نے کہا کہ نہیں، میں اس معاملہ کو خدا کے لیے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لیے چھوڑتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ یا تو تم اللہ کے لیے چھوڑ دو اور اس کے پاس اجر وثواب کی امید رکھو یا یہ معاملہ میرے لیے چھوڑو، میں اس کو جان لیتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا کہ میں اس معاملہ کو اللہ کے لیے چھوڑتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلے جاؤ! اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے نماز شروع فرمائی، دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے اور کہنے لگے۔ اے ابن خطاب! تو کم حیثیت کا مالک تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے رفعتیں دیں، تو بے راہ تھا اللہ نے تجھے راہ دکھائی، تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی، پھر اللہ نے تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا، ایک آدمی آیا اس نے تجھ سے مدد چاہی مگر تو نے اس کو مارا، تو اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟ احنف کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی ذات کو ملامت کرنے لگے، میں جان گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام روئے زمین کے باسیوں سے افضل ہیں۔[1]

قصہ نمبر ۴۳ ﴿دریائے نیل کے نام حضرت عمرؓ کا خط﴾

اہلِ مصر قبطی مہینوں میں سے ایک مہینہ "بؤونہ" میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے۔ اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک دستور چلا آرہا ہے کہ یہ اس وقت تک نہیں چلتا جب تک اس میں ایک کنواری لڑکی کو ڈال نہ دیا جائے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہاں، بتاؤ، اس دریا کا کیا دستور ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جب مہینہ کی بارہ تاریخ ہوتی ہے تو ہم ماں باپ کی کنواری لڑکی تلاش کرتے ہیں، پھر اس کے ماں باپ کو راضی کر کے اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ زیورات اور عمدہ سے عمدہ پوشاک پہناتے ہیں، پھر اس لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ (اس طرح وہ چلنے لگتا ہے) یہ سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر غصہ

[1] دیکھیے: "ابن الجوزی" فی المناقب (۱۱۱، ۱۱۲)، الکنز (۱۲/ ۶۷۱، ۶۷۲)

کے آثار نمایاں ہو گئے اور فرمایا: یہ طریقہ اسلام میں نہیں ہوگا۔ اسلام ماقبل کے تمام رائج شدہ طریقوں کو مٹاتا ہے۔ مصر کے لوگوں نے ماہِ بؤونہ، ماہِ ابیب اور ماہِ مَسری تک انتظار کیا مگر دریائے نیل میں کوئی فرق نہیں آیا، تھوڑا بہت پانی بھی اس میں نہیں آیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق خط لکھا تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ تم نے صحیح کہا کہ اسلام ماقبل کے تمام طریقوں کو ختم کرتا ہے۔ میں تمہاری طرف ایک پرچہ بھیج رہا ہوں۔ جب میرا خط تم تک پہنچے تو یہ پرچہ اس دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب وہ خط حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے وہ پرچہ کھولا تو اس میں یہ لکھا تھا: ''امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بندۂ خدا کی طرف سے دریائے نیل کے نام، حمد وصلوٰۃ کے بعد! اگر تو اپنی طرف سے چلتا ہے تو نہ چل، اور اگر واحد وقہار ذات تجھے چلاتی ہے تو ہم اللہ واحد وقہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلا دے'' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے صلیب سے ایک دن پہلے وہ پرچہ دریائے نیل مین ڈال دیا۔ اہل مصر تو وہاں سے کوچ کرنے کی تیاری کر چکے تھے۔ صلیب کے دن صبح کو دیکھا تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کو سولہ ہاتھ کی مقدار جاری کردیا ہے، اس سال سے یہ بری رسم ختم ہوئی۔[1]

قصہ نمبر ۴۴ ﴾ حضرت عمرؓ امیرِ مصر کو امداد کیلئے پکارتے ہیں ﴿

جب آسمان سے بادل برسنے بند ہو گئے۔ زمین نے اپنا پانی نگل لیا، سارے جزیرۂ عرب کو قحط سالی نے آگھیرا، مدینہ میں ہر سمت فاقہ کشی کا عالم ہو گیا، شیر خوار بچے بھوک کے مارے تڑپنے لگے اور بڑھوں کے کلیجے پھٹنے لگے تو امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: ''اللہ کے بندے عمرؓ، امیر المؤمنین کی طرف سے عمرو بن العاصؓ کے نام، سلام کے بعد: اے

[1] دیکھیے: "مختصر تاریخ دمشق" (۱۸/۳۴۸، ۳۴۹) و تفسیر ابن کثیر (۳/۴۶۴)

عمرو! خدا کی قسم! تمہیں کوئی پرواہ نہیں، کیوں کہ تم اور تمہارے یہاں کے لوگ شکم سیر ہیں جب کہ میں اور میرے یہاں کے لوگ مرتے جا رہے ہیں، امداد کرو، امداد کرو''۔ امیر المؤمنین کا یہ خط پڑھ کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بڑا قلق ہوا اور انتہائی افسوس ہوا، پھر اس وقت تک خود عمدہ کھانا پینا چھوڑ دیا جب تک کہ جزیرۂ عرب کے مسلمانوں کے لیے کھانے پینے کا سامان تیار نہیں ہو گیا۔ پھر امیر المؤمنین کو خط لکھا: ''اللہ کے بندے عمرؓ، امیر المؤمنین کے نام، عمرو بن العاص کی طرف سے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد! میں جناب حاضر ہوں، حاضر ہوں، میں نے آپ کی طرف اتنے اونٹ بھیج دیئے ہیں جن کا اول حصہ آپ کے پاس اور آخری حصہ میرے پاس ہے والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''[1]

قصہ نمبر ۴۵ ﴿حضرت عمرؓ اور جیشِ اسامہؓ کی روانگی﴾

ابھی جیشِ اسامہ رضی اللہ عنہ نے مقامِ خندق کو بھی پار نہیں کیا تھا کہ یہ خبر قیامت اثر کانوں میں پہنچی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ لشکر رک گیا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کے پاس جائیں اور ان سے اجازت طلب کریں کہ لوگ واپس لوٹ آئیں کیونکہ مجھے خلیفۂ رسول کے متعلق اطمینان بھی نہیں ہے اور کہیں مشرکین، مسلمانوں کے قیمتی سامان کو اٹھا نہ لے جائیں۔ انصار کہنے لگے، اگر وہ نہ مانیں تو ہم اس مہم میں چلتے رہیں گے، آپ ان کو (خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہماری طرف سے پیغام پہنچا دیں اور ان سے یہ مطالبہ کریں کہ ہمارے اس امر کا ایسے آدمی کو ذمہ دار بنائیں جو اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر رسیدہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اسامہ رضی اللہ عنہ کا حکم لے کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ساری بات بتائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہاں کے کتے اور بھیڑیئے مجھے اٹھا لے جائیں تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا ہوا فیصلہ واپس نہیں لوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

[1] دیکھیے: ''مختصر تاریخ دمشق'' (۱/۱۷۱)

کہا کہ انصار نے بھی مجھے آپ تک یہ پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے، وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر والا شخص ان کا والی بنایا جائے۔ (یہ سنتے ہی) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شیر کی طرح جھپٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑی اور پکار کر فرمایا: اے ابنِ خطاب! تیری ماں تجھے روئے، کیا تم مجھے ایسے شخص کو معزول کرنے کا کہتے ہو جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا والی بنایا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خجالت کے آثار لیے واپس مڑے اور انصار کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ کیا ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے کام میں لگے رہو، تمہاری مائیں تم پر روئیں۔ آج مجھے تمہاری وجہ سے خلیفہء رسول سے ڈانٹ پینی پڑی ہے۔[1]

قصہ نمبر ۴۶ ﴿سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کسریٰ کا تاج پہنتے ہیں﴾

سراقہ بن مالک نے اپنی زرہ پہنی، تلوار سنبھالی اور گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر فرّاٹے بھرتے ہوئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کیا، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے ٹھوکر لگی اور گھوڑے سے نیچے گر گیا اور اس وقت اس کی آنکھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کیا تو عرض کیا: خدا کی قسم! اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا اور آپ کی شان بلند ہوگی، آپ مجھ سے عہد کریں کہ جب میں آپ کے پاس آپ کے ملک میں آؤں تو میرا اکرام کریں گے اور یہ میرے لیے لکھ دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ہڈی کی لوح پر لکھ دیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا کہ اے سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا؟ بعد ازاں سراقہ مسلمان ہو گیا اور مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔ زمانہ کے حالات میں تغیر آیا۔ مسلمانوں کو قادسیہ میں فتح حاصل ہوئی اور مالِ غنیمت مدینہ آیا۔ اس میں کسریٰ کا تاج بھی تھا اور اس کے سونے کی تاروں سے بنے ہوئے کپڑے اور جواہرات سے

---

[1] دیکھیے: "مختصر تاریخ دمشق" (۱/۱۷۱)

آراستہ ہار بھی تھا اور اس کے دو ایسے کنگن بھی تھے کہ کسی کی آنکھ نے اس جیسے کنگن دیکھے نہ ہوں گے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی۔ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ سراقہ حاضر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کسریٰ کی قمیص اور اس کے کنگن پہنائے اور اسکی تلوار گردن میں لٹکائی اور ان کے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سب کے سامنے جھوم جھوم کر چلنے لگے، آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور بارگاہِ رب العزت میں عرض گزار ہوئے: اے اللہ! تو نے یہ مال اپنے پیغمبر کو نہیں دیا جب کہ وہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب اور مکرم تھے اور یہ مال ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیا جب کہ وہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب اور مکرم تھے، آپ نے مجھے یہ مال دیا، لیکن میں آپ کی اس سے پناہ پکڑتا ہوں اگر میری آزمائش کے لیے آپ نے مجھے یہ مال دیا ہو۔[1]

قصہ نمبر ۴۷ حضرت عمرؓ کو منجانب اللہ الہام ہوتا تھا

جمعہ کا دن تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنی بلند آواز کے ساتھ وعظ و نصیحت کر رہے تھے، اچانک پکار کر کہنے لگے: اے ساریہ بن زنیم! پہاڑ پر ڈٹے رہو۔ اے ساریہ بن زنیم! پہاڑ پر ڈٹے رہو۔ جس نے بھیڑیے کو بکریوں کا نگران بنایا اس نے ظلم کیا۔ یہ بات آپ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمائی۔ لوگ حیران و سرگردان ہوئے اور بزبانِ حال کہنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا؟ اور ساریہ بن زنیم یہاں کہاں؟ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترے، لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور اس کا سبب پوچھنے لگے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ ہمارے بھائی ان مشرکین سے جنگ ہار رہے ہیں اور ہمارے مسلمان بھائی اس وقت ایک پہاڑ سے گزر رہے ہیں، اگر وہ اس پہاڑ کی پناہ میں آ جائیں اور اس پر ڈٹ

---

[1] دیکھیے: "البیهقی "السنن الکبری" (۳۵۸/۶)، و "منتخب الکنز" (۴۱۲/۴)

جائیں تو ایک ہی جانب سے ان کے ساتھ قتال کریں گے لیکن اگر وہ اس پہاڑ سے آگے نکل گئے تو مارے جائیں گے، اس لئے تم نے اس وقت دیکھا کہ میں نے ان کو پہاڑ پر جمے رہنے کا حکم دیا۔ ایک مہینہ گزرا تو یہ خوشخبری آگئی کہ مشرکین شکستِ فاش سے دوچار ہو گئے۔ آنے والوں نے بتایا کہ ہم نے دورانِ جنگ یہ آواز سنی کہ اے ساریہ! پہاڑ پر جمے رہو۔ تین مرتبہ تو ہم نے اسی وقت پہاڑ کو اپنی پناہ گاہ بنایا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست سے دوچار کیا۔[1]

قصہ نمبر ۴۸ ﴿ایک آدمی کے سوا باقی تم سب جنتی ہو﴾

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے، فرمایا کہ اگر آسمان سے کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں جاؤ گے مگر ایک آدمی جنت میں نہیں جائے گا تو مجھے اندیشہ ہوگا کہ وہ آدمی کہیں میں ہی نہ ہوں۔ اور اگر منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے سوا تم سب دوزخ میں جاؤ گے تو مجھے امید ہوگی کہ وہ آدمی میں ہوں گا۔[2]

قصہ نمبر ۴۹ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت﴾

آسمان سے بارش برسنی بند ہوگئی، قحط سالی شدید ہوگئی، کھیت تباہ ہونے لگے، جانوروں کے تھنوں میں دودھ خشک ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر نکلے، ان کو دو رکعتیں پڑھائیں اور اپنی چادر کے کناروں کو پلٹا، دائیں کو بائیں پر اور بائیں کو دائیں پر ڈالا، پھر ہاتھ پھیلا کر روتے ہوئے پروردگار قاضی الحاجات کے حضور دعا کی:
”اے اللہ! ہم آپ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم آپ سے بارش کے طلبگار ہیں“

---

[1] دیکھیے: ”الاصابة“ (۳/۲) و ”البدایه و النهایة“ (۱۳۱/۷)، و ”منتخب کنز العمال“ (۳۸۶/۴)

[2] دیکھیے: ”الحیلة“ (۵۳/۱)

ابھی آپ اپنی جگہ سے ہٹے نہ تھے کہ بارش ہونے لگی۔ کچھ دنوں کے بعد دیہاتی آپہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! دریں اثناء کہ ہم لوگ فلاں دن اور فلاں وقت اپنے دیہات میں تھے کہ اچانک ایک بادل ہم پر سایہ فگن ہونے لگا، ہم نے اس میں یہ آواز سنی، اے ابو حفصؓ! مدد آگئی، اے ابو حفصؓ! مدد آگئی۔[1]

قصہ نمبر ۵۰ ﴿کیا تم حضرت عمرؓ کی لغزشات کو ڈھونڈتے پھرتے ہو؟﴾

رات کی سخت تاریکی میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے چھپتے چھپاتے مدینہ کی کسی جانب دوڑتے جا رہے تھے کہ اس اندھیرے میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے چل دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئے، وہاں کافی دیر ٹھہرے۔ (یہ دیکھ کر) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے، جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک اپاہج بڑھیا بیٹھی ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ آدمی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) آپ کے پاس کس لیے آئے تھے؟ اس بڑھیا نے کہا کہ وہ تو اتنے عرصہ سے میری دیکھ بھال کرتے ہیں، میری ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور گھر کی صفائی وغیرہ کر جاتے ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا: اے طلحہ! تیرا ناس ہو! کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غلطیاں ڈھونڈتا پھرتا ہے؟[2]

قصہ نمبر ۵۱ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت﴾

اہلِ شام کا ایک آدمی تھا، اس کی جنگ کے میدان میں آواز شیر کی طرح تھی، لشکر میں اس کی آواز ہزار شہہ سواروں سے زیادہ بہتر تھی۔ جب وہ پکارتا تو سارا مجمع اس

---

[1] دیکھیے: "الکنز" (۸/۴۳۱) رقم (۲۳۵۳۵)

[2] دیکھیے: "حلیۃ الاولیاء" (۱/۴۸)

کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا، وہ ایک دن مدینہ میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملنے آیا لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ فلاں بن فلاں نے کیا کیا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ شراب پیتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب (سیکرٹری) کو اور اس سے فرمایا کہ ''فلاں بن فلاں کے نام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھو کہ میں تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا اور قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے پاس سب کو جانا ہے'' (سورۃ المؤمن کی آیت ۳ کا ترجمہ ہے)۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بھی فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرو کہ وہ اپنے دل کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے۔ جب وہ خط اس آدمی کو پہنچا تو اس نے پڑھا تو بار بار یہ الفاظ دہرانے لگا ''وہ گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے''۔ پھر کافی دیر تک روتا رہا حتی کہ آنسوؤں سے اس کی ڈاڑھی بھیگ گئی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت سے اس کو شراب نوشی کرتے نہیں دیکھا گیا۔[1]

قصہ نمبر ۵۲ ﴿اپنے گھر کی خبر لو وہ جل گیا ہے﴾

سرِ راہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے ساتھ کھڑے ہو گئے جس کا حال یہ تھا کہ سر کے بال پراگندہ، رخساروں کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں اور سفر کے آثار اور تکان نمایاں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تیرا کیا نام ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ میرا نام جمرۃ (انگارہ) ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو کس کا بیٹا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں شہاب (شعلے) کا بیٹا ہوں۔ حضرت عمر نے پوچھا: تو کس قبیلہ کا ہے؟ اس نے کہا کہ میں حُرقۃ (سوزش) قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوں جو عمان کی کوئی شاخ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہاری سکونت کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں مدینہ کے قریب

[1] دیکھیے: "تفسیر ابن کثیر" (۴/۷۰)

ایک جگہ ''حرۃ النار'' (آگ کی گرمی) میں رہتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہاں کس جگہ رہتے ہو؟ اس نے کہا کہ ذات لظی (بھڑکنے والی آگ) میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جاؤ! اپنے گھر کی خبر لو سارے جل گئے ہیں۔ اس نے جا کر دیکھا تو واقعی ایسا ہی ہوا جیسے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔[1]

قصہ نمبر ۵۳ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور راہب﴾

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کسی راہب کے گرجا گھر کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں رُکے اور راہب کو آواز دی۔ راہب کو بتایا گیا کہ امیر المؤمنین آئے ہیں۔ وہ دوڑتا ہوا آیا، وہ مختلف ریاضتوں اور ترکِ دنیا کی وجہ سے بہت نحیف اور کمزور ہو چکا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی شکستہ حالت دیکھی تو رونے لگے، آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ یہ تو نصرانی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، میں بھی جانتا ہوں، لیکن مجھے اس کی حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا:

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾ (الغاشية: ۳،۴)

''مصیبت جھیلنے والے خستہ ہوں گے، آتشِ سوزاں میں داخل ہوں گے''

مجھے اس کی مشقت و محنت پر رحم آیا حالانکہ یہ دوزخ میں جانے والا ہے۔[2]

قصہ نمبر ۵۴ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ماہ تک بیمار رہنا﴾

ایک رات حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر سوار تھے۔ مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے اور لوگوں کے حالات کی خبر گیری کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا گزر ایک انصاری آدمی کے گھر کے پاس سے ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا وہ

---

[1] دیکھیے: "مناقب أمير المؤمنين" ص (۷۴)

[2] دیکھیے: "منتخب كنز العمال" (۲/۵۵) رقم (۴۷۰۳)

کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کی قرأت سننے کے لیے رُک گئے۔ اس انصاری آدمی نے یہ آیات پڑھیں:

﴿وَالطُّوْرِ ○ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ○ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ○ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ○ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ○ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ○ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ○ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ○﴾ (الطور: ۱۔۸)

''قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اور قسم ہے بیت المعمور کی اور قسم ہے اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے) اور قسم ہے دریائے شور کی جو (پانی سے) پر ہے کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا''۔

(یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ربِ کعبہ کی قسم! یہ بات حق ہے۔ پھر گدھے سے نیچے اترے اور گھر کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی اور کچھ دیر تک متوقف رہے۔ پھر اپنے گھر واپس لوٹ آئے، پھر ایک مہینہ تک بیمار پڑے رہے، لوگ عیادت کے لیے آتے مگر کسی کو آپ رضی اللہ عنہ کی بیماری سمجھ میں نہ آتی تھی۔[۱]

قصہ نمبر ۵۵ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ھُرمزان﴾

ایران کا بادشاہ ''ھرمزان'' بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے انتہائی ذلت وخواری کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ بات چیت کرو۔ ھرمزان نے کہا کہ زندوں والا کلام کروں یا مردوں والا کلام کروں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ زندوں والا کلام

[۱] دیکھیے: ابن الجوزی ''مناقب'' ص (۸۸)

کرو۔ ہرمزان کہنے لگا: ہم شان والے تھے اور تم جاہلیت میں پڑے تھے۔ نہ ہمارے لیے کوئی دین تھا اور نہ تمہارے لیے۔ ہم عرب کے لوگوں کو کتوں کی طرح دھتکارتے تھے، پھر جب اللہ نے تم کو دین کی وجہ سے عزت دی اور اپنا رسول تم میں سے مبعوث کیا تو ہم نے تمہاری اطاعت نہ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایسی باتیں کرتے ہو جب کہ تم ہمارے قبضہ میں ایک قیدی کی حیثیت سے ہو؟ فرمایا: اس کو قتل کردو، ہرمزان نے کہا کہ کیا تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں یہ تعلیم دی ہے کہ قیدی کو امن دے کر پھر قتل کردو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تجھے کب امن دیا ہے؟ ہرمزان نے کہا کہ ابھی تو آپ نے مجھ سے کہا کہ زندوں والا کلام کرو جس کو اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے وہ زندہ نہیں ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا: اللہ اس کو مارے، اس نے امان لے لیا اور مجھے اس کی خبر نہ ہوئی۔[1]

قصہ نمبر ۵۶ ﴿ایک خائن یہودی﴾

جب حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ شام آئے تو اہلِ کتاب میں سے ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ دیکھ رہے ہیں کہ کسی مسلمان نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، وہ زخمی حالت میں تھا اور اس کو زدوکوب کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شدید غضبناک ہوئے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جاؤ! دیکھو اس کو کس نے مارا ہے؟ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ گئے تو پتہ چلا کہ عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ نے مارا ہے۔ جس وقت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ تو نے اس کو کیوں مارا ہے؟ کیا ہوا تھا؟ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے اس کو دیکھا کہ ایک مسلمان عورت کو گدھے پر بٹھائے لے جا رہا تھا، اس نے گدھے کو تیز دوڑایا تا کہ وہ گر جائیں مگر وہ نہ گریں تو اس نے اس کو دھکا دیا تو وہ زمین پر گر گئیں اور یہ زمین پر منہ کے بل گرا (اس

[1] اخرجه البيهقي في "السنن" (۹/۹٦) و "البداية و النهاية" (۸۷/۷)

لیے یہ زخمی ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اس عورت کو لاؤ وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے۔ چنانچہ اس عورت کا باپ اور اس کا شوہر آیا اور ان دونوں نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کے خلاف سولی پر لٹکانے کا حکم دیا، اور پھر اسے سولی دے دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے تم سے اس پر تو مصالحت نہیں کی تھی۔ پھر فرمایا: لوگو! محمد ﷺ کی پناہ دینے کے متعلق خدا سے ڈرو، جو شخص بھی ان میں سے ایسا کرے گا اس کی ہمارے ذمہ کوئی پناہ نہیں ہے۔[1]

قصہ نمبر ۵۷ ﴿حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا مظلوم کو بدلہ دلانا﴾

ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس فریاد لے کر آیا، اس کی آنکھوں سے آنسو سیلاب کی طرح رواں تھے، اپنے ظلم پر دادرسی کے لیے کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین! میں ظلم سے بچنے کے لیے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے غصہ ظاہر ہوا، فرمایا کہ تم مطمئن رہو، تجھے پناہ مل گئی ہے یعنی تو نے ایسے آدمی سے التجاء کی ہے جو تیری حفاظت کرے گا۔ اس آدمی نے روتے ہوئے کہا کہ میرا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے دوڑ کا مقابلہ ہوا میں دوڑ میں اس پر غالب آیا تو وہ مجھے کوڑے سے مارنے لگا اور مجھے کہنے لگا کہ میں ابن الاکرمین (دو معزز آدمیوں کا بیٹا) ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو حاضر ہونے کا حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہوں، چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آئے، ان کے پیچھے پیچھے ان کے بیٹے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ مصری شخص کہاں ہے؟ وہ آدمی کانپتے ہوئے آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کوڑا لو اور اس کو مارو۔ اس آدمی نے وہ کوڑا پکڑا، اس کو گھمایا پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے

---

[1] دیکھیے: "کنز العمال" (۴/ ۴۹۰) رقم (۱۱۴۵۹)، و الطبرانی فی "المعجم الکبیر" (۱۸/ ۳۷)

کی کمر پر مارنا شروع کیا۔ جس کو کھجور کے ایک تنہ کے ساتھ باندھا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مصری آدمی کے برابر کھڑے اس کو فرمارہے تھے کہ مارو اس ابن الاکرمین کو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا گواہ ہے، اس آدمی نے اس کو مارا اور ہم اس کے مارنے کو پسند کر رہے تھے، وہ مسلسل مارتا رہا یہاں تک ہم نے تمنا کی اب یہ اس کو چھوڑ دے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب عمرو کے سر پر بھی کوڑے لگاؤ۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! مجھے صرف اس کے بیٹے نے مارا تھا اور میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا ہے، ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سر جھکاتے ہوئے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! مجھے تو اس واقعہ کی خبر بھی نہیں تھی اور نہ یہ میرے پاس آیا۔[۱]

قصہ نمبر ۵۸ ﴿اے عمر رضی اللہ عنہ! واقعی تو عادِل حکمران ہے﴾

قیصر نے اپنا ایک قاصد حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے حال واحوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ قاصد مدینہ آیا تو دیکھا کہ یہاں تو کوئی محل وغیرہ نہیں ہے اور نہ ایسا کوئی گھر ہے جس سے پتہ چلے کہ یہاں کوئی بادشاہ رہتا ہے۔ مدینہ کے لوگوں سے پوچھا: تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارا بادشاہ تو کوئی نہیں ہے، ہاں البتہ ہمارے ایک امیر ہیں جو اس وقت مدینہ سے باہر کہیں گئے ہوئے ہیں۔ وہ قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا تو ایک جگہ دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین کو فراش بنائے ایک درخت کے سایہ میں سو رہے ہیں، اپنا سر اپنے درّہ پر رکھا ہے اور آس پاس کوئی پہرے دار بھی نہیں ہے۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی تو دل میں ہیبت بیٹھ گئی، یہ ایسا آدمی ہے کہ بادشاہوں کو اس کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے چین نہیں آتا، اور اس کی ظاہری حالت یہ ہے! اے عمر رضی اللہ عنہ واقعی تو نے لوگوں میں عدل قائم کیا ان کو امن

---

[۱] دیکھیے: "منتخب کنز العمال" (۴۲۰۱۴)

دیا تبھی تو آرام کی نیند سو رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے، ہر وقت خوف اس کے سر پر سوار رہتا ہے، راتوں کو نیند نہیں آتی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا دین، دین حق ہے۔ اگر قاصد بن کر نہ آیا ہوتا تو ضرور اسلام لے آتا، البتہ میں واپس جا کر مسلمان ہو جاؤں گا۔[1]

قصہ نمبر ۵۹ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے کو بوسہ دینا﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بنو اسد کے ایک آدمی کو کسی علاقہ کا عامل (گورنر) بنایا، وہ اپنا عہدہ لینے آیا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا کوئی بیٹا لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو چوم لیا۔ اس اسدی آدمی نے متعجب ہو کر کہا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ اس کو چومتے ہیں؟ خدا کی قسم! میں نے تو اپنے بیٹے کو کبھی نہیں چوما، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی تند مزاجی کو دیکھا تو فرمایا: تو خدا کی قسم! لوگوں پر بہت کم مہربان ہے۔ ہمارا عہدہ واپس دو، میں تجھے کسی کام کا کبھی ذمہ دار نہیں بناؤں گا۔[2]

قصہ نمبر ٦٠ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے کو مارنا﴾

سخت تاریک رات میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ابو سروعہ عقبہ بن الحارث کو شیطان نے آگھیرا۔ دونوں نے شراب کا دور چلایا، اتنی شراب پی لی کہ نشہ میں آگئے، جب صبح ہوئی تو دونوں دوڑتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ اس وقت مصر کے حاکم تھے۔ دونوں نے روتے ہوئے کہا کہ ہمیں پاک کر دیجئے۔ ہم نے شراب پی تھی جس سے نشہ ہو گیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم گھر چلو، تمہیں پاک کرتے ہیں، وہ دونوں گھر میں

---

[1] دیکھیے: اخبار عمر ص (۳۲۸)، و لن تلقى مثل عمر (۲/۲٦۱)

[2] دیکھیے: "لن تلقى مثل عمر" (۲/۲۹٦)

داخل ہوئے تو ان کے سر مونڈ دیئے گئے، پھر کوڑے لگائے گئے۔

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ عبدالرحمٰن کو ایک کجاوے پر بٹھا کر میرے پاس بھیج دو، انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بھیج دیا، جب عبدالرحمٰن، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو مارا اور سزا دی کیونکہ وہ ان کے بیٹے تھے۔ لیکن دوسری بار اس پر حد جاری نہیں کی، پھر اُن کو چھوڑا تو وہ ایک ماہ تک زندہ رہے، پھر ان کی تقدیر آ گئی اور انتقال کر گئے۔[۱]

قصہ نمبر ۶۱ ﴿نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کیلئے پیامِ نکاح دینا﴾

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر، حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ السہمی کا انتقال ہوا جو سابقین اوّلین میں سے تھے اور غزوۂ بدر میں کاری زخم لگا جس سے جانبر نہ ہو سکے تو عدت گزرنے کے بعد حضرتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملے، ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کی بات کی، فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا آپ سے نکاح کر دوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بارے میں سوچوں گا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ ابھی نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ سے آپ کا نکاح کر دوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات پر شدید غصہ آیا، اتنا غصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نہ آیا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ

[۱] دیکھیے: السنن الکبری للبیھقی (۸/ ۳۱۲، ۳۱۳)

دن توقف کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغامِ نکاح دیا، اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان سے ملے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: شاید تم کو مجھ پر اس وقت غصہ آیا ہو جب تو نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مجھے پیش کیا مگر میں نے جواب نہیں دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تو نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ پیش کیا تو مجھے جواب دینے سے صرف یہ بات مانع تھی کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ذکر کیا تھا اور میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے راز کو فاش نہیں کر سکتا تھا، اگر آنحضرت ﷺ نہ کرتے تو میں ضرور قبول کرتا۔[1]

قصہ نمبر ۶۲ ﴿مرتد آدمی﴾

شدید خونریز معرکہ کے بعد مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور وہ فارس کے ایک شہر ''تستر'' میں داخل ہو گئے۔ جب فاتحین، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ واپس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، بتاؤ! کوئی واقعہ پیش آیا؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں، ایک مسلمان آدمی اسلام سے مرتد ہو گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ پھر تم نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غضبناک ہو کر بولے۔ تم نے اس کو کسی گھر میں کیوں نہیں بند کر دیا۔ اس کو وہاں کھانا کھلاتے اور پانی پلاتے، اگر توبہ تائب ہو جاتا تو چھوڑ دیتے ورنہ اس کو قتل کر دیتے۔ پھر پروردگارِ عالم کی طرف متوجہ ہو کر عاجزانہ انداز میں ملتجی ہوئے۔ اے اللہ! میں اس موقع پر نہ حاضر تھا اور نہ میں نے اس کا حکم دیا تھا اور جب مجھے خبر ملی تو اس پر خوش بھی نہیں ہوا۔[2]

۱۔ دیکھیے: البخاری رقم (۳۷۸۳)

۲۔ دیکھیے: "مناقب أمیر المؤمنین" ص (۸۶)

قصہ نمبر ٦٣ ﴿تشدّد و ترحم﴾

مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت عبدالرحم بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، لوگ ان سے کہنے لگے: آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بات کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خوف میں ڈال دیا ہے۔ خدا کی قسم! ہم انہیں نگاہیں بھر کر نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس مجلس سے اٹھے اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو سارا واقعہ بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غضبناک ہوتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ ایسی بات کرتے ہیں خدا کی قسم! میں ان کے لیے نرم ہوا حتیٰ کہ اس پر مجھے خدا کا خوف آیا اور میں نے ان پر سختی کی حتیٰ کہ مجھے اس پر بھی خدا کا خوف آیا، خدا کی قسم! مجھے ان لوگوں سے زیادہ خوف ہے، اب اس سے کوئی راہِ فرار ہے؟ پھر آپ زار و قطار رونے لگے، آپ رضی اللہ عنہ کے ہونٹ کپکپانے لگے حتیٰ کہ رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے گونج دار آواز آنے لگی، پھر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں کو ستیاناس ہو۔[1]

قصہ نمبر ٦٤ ﴿حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا غصہ﴾

عینیہ بن حصین رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حُر بن قیس بن حصین کے ہاں قیام کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرّب لوگوں میں سے تھے۔ عینیہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ اگر حاکم وقت سے ملاقات کی کوئی صورت ہو تو آپ میرے لیے ان سے ملنے کی اجازت طلب کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو کہنے لگے: اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! تو ہمارے

---

[1] طبقات ابن سعد (١/٢٠٦)، واخبار عمر ص (١٦٠) ولن تلقى مثل عمر (١٦٠)
ولن تلقى مثل عمر (٢/٢٩٦)

درمیان انصاف نہیں کرتا ہے اور ہمیں چند ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں دیتا ہے۔ (یہ سنتے ہی) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور اس کو سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ حُر بن قیس نے آگے بڑھ کر عرض کیا: اے امیر المؤمنین! یہ شخص جاہل ہے اور جاہل کے متعلق قرآن میں آیا ہے کہ اس سے درگزر کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کی بات کا خیال نہ کیجیے۔ قرآن میں آیا ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ﴾

(الاعراف: ۱۹۹)

''آپ درگزر کیجیے اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔''

حُر بن قیس کہتے ہیں کہ خدا گواہ ہے جب اس نے یہ آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قدم آگے نہیں بڑھایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے آگے رک جانے والے تھے۔[1]

قصہ نمبر ۶۵ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر تورات میں﴾

ایک دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ایک پادری کے پاس سے گزر ہوا جو اپنی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا، اس کے قریب گئے اور اس سے پوچھا کیا تم اپنی کتابوں میں کچھ ہمارا ذکر بھی پاتے ہو؟ پادری نے کہا کہ ہاں، تم لوگوں کی صفات اور اعمال کا ذکر تو پاتے ہیں لیکن تمہارے نام نہیں پاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اچھا، تم مجھے کیسا پاتے ہو؟ پادری نے کہا کہ لوہے کا سینگ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ لوہے کے سینگ سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا کہ سخت مزاج حاکم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا: اللہ اکبر، الحمد للہ۔[2]

---

[1] تاریخ دمشق ترجمة عمر ص ۲۶۵، وابن الجوزی فی المناقب ص (۱۷۴)

[2] دیکھیے: سنن ابی داؤد رقم (۴۶۵۶)، ابن ابی شیبة (۳۰/۲)، ابن الجوزی: المناقب (۱۱)

قصہ نمبر ۶۶ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک سال تک ارادہ کرتا رہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق پوچھوں گا مگر ان کے رعب کی وجہ سے پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ ایک دن وہ حج کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا، جب ہم واپس لوٹے اور کسی راستہ میں تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی کسی ضرورت سے پیلو کے درخت کی طرف مڑ گئے، میں نے آپ رضی اللہ عنہ کا انتظار کیا جب فارغ ہوئے تو میں آپ کے ساتھ چلنے لگا اور میں نے ان سے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں سے کن دو ازواج نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے باہمی تعاون کیا تھا، یعنی منصوبہ سازی کی تھی وہ کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ بخدا! میں آپ سے اس آیت کے بارے میں ایک سال سے پوچھنے کا ارداہ کرتا رہا مگر مجھے آپ کے رعب کی وجہ سے ہمت نہ ہو سکی[1]۔

قصہ نمبر ۶۷ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ خون بہا ادا کرتے ہیں﴾

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک ایک عورت کی خبر پہنچی جس کا خاوند سفر پر گیا ہوا تھا کہ وہ عورت، مردوں سے زیادہ باتیں کرتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس عورت تک پیغام بھیج دیا۔ اور اس کو بلا لیا۔ اس عورت نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو میرے کام سے کیا تعلق ہے؟ وہ کون ہوتا ہے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونے کے لیے چلی تو راستہ میں دردِ زہ میں گرفتار ہو گئی، گھر واپس آئی اور بچہ جنا، بچے نے پیدا ہوتے ہی دو چیخیں ماریں اور دم توڑ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے مشورہ لیا تو بعضوں نے مشورہ دیتے

---

[1] دیکھیے: "البخاری" (۱۸۶۶/۴) رقم (۴۶۲۹)

ہوئے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے اوپر کچھ نہیں آتا، آپ تو والی اور مؤدب ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قریب گئے جو خاموش بیٹھے تھے، پوچھا: آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے اپنی رائے دی ہے تو غلط رائے دی ہے اور اگر آپ کی خواہش کے احترام میں کچھ کہا ہے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کی دیت (خون بہا) آپ کے ذمہ ہے، کیونکہ آپ نے اس عورت کو گھبراہٹ میں مبتلا کیا تھا، وہ گھبرائی اور آپ کے پاس آتے ہوئے بچہ جنم دیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی دیت ادا کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کی دیت قریش کے لوگوں میں تقسیم کر دیں[1]۔

قصہ نمبر ۶۸ ﴿اللہ کی راہ میں لگنے والا زخم﴾

لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے عطیات وصول کرنے کے لیے جمع تھے، لوگوں کا ازدحام لگا ہوا تھا۔ اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سر اٹھایا تو ایک آدمی پر نظر پڑی جو لوگوں کی صفوں سے آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے چہرہ پر چوٹ کا نشان نظر آرہا تھا جس نے اس کی کھال کو چیر دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا یہ کیا ہوا ہے؟ اس نے بتایا کہ اسے ایک جہاد میں یہ زخم لگا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو ایک ہزار کی رقم دو چنانچہ اس آدمی کو ایک ہزار کی رقم دے دی گئی۔ پھر دوبارہ فرمایا اس کو ایک ہزار مزید دو، اس کو ایک ہزار مزید دے دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ فرمایا، ہر مرتبہ اس کو ہزار کی رقم دی، پھر اس آدمی کو کثرت عطا سے حیا آئی اور لوگوں کے مجمع سے نکلتا ہوا چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں گیا؟ بتایا گیا کہ ہم نے دیکھا کہ اس کو زیادہ دینے کی وجہ سے حیائی آئی اور وہ چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر وہ یہاں رکتا تو میں اس کو

---

[1] دیکھیے: "مصنف عبدالرزاق" (۱۸۰۱۰)، والکنز (۱۰/۸۴) (۴۰۲۰۱)

دیتا رہتا حتیٰ کہ کوئی درہم یا مال باقی نہ بچتا۔ اس آدمی کو اللہ کی راہ میں چوٹ آئی، سارا چہرہ زخمی ہو گیا[1]۔

قصہ نمبر ۶۹ ﴿میرا شوہر وفات پا گیا ہے﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازاروں میں چکر لگا رہے تھے، لوگوں کی ضروریات معلوم کر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت ملی جس پر حاجت مندی کے آثار نمایاں تھے۔ حیاو شرم سے کہنے لگی: اے امیر المؤمنین! میرے شوہر کی وفات ہو گئی، اس نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں، خدا گواہ ہے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، مجھے ان بچوں کو ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اور میں خُفاف بن ایماء الغازی کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) رک گئے، اور بشاشتِ وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: قریبی نسب پر خوش آمدید، خوش آمدید! پھر اپنے گھر تشریف لے گئے جہاں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا، اس پر دو بوریاں غلہ کی بھر کر لادیں، اور کپڑے اور ضروری سامان رکھا، پھر اس کی مہار اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا: یہ لے جاؤ، یہ سامان ختم نہیں ہوگا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و بھلائی عطا فرمائیں۔ ایک آدمی نے جو اس عطا و بخشش کو دیکھ رہا تھا، کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو بہت زیادہ دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا ناس ہو! خدا کی قسم! میں اس عورت کے باپ اور بھائی کو دیکھتا تھا، ان دونوں نے ایک مدت تک قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، پھر اس کو فتح کیا اور ہم لوگ اس میں ان کے حصے غنیمت کے طور پر دینے لگے[2]۔

---

[1] دیکھئے: "الحلیة" (۳/۳۵۵)

[2] دیکھئے: "البخاری" (۵/۱۵۸)

قصہ نمبر ۷۰ ﴿حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیدی کی حالت میں﴾

ایک انصاری آدمی نے بدر کی لڑائی کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قید کیا۔ انصار نے ان کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے اپنے چچا عباس کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ انصار کہتے ہیں کہ وہ اس کو قتل کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو کیا میں خود ان کے پاس جاؤں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، انصار کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ عباس کو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ خود یہ چاہتے ہوں تو؟ انہوں نے کہا کہ اگر حضور ﷺ کی رضا ہے تو لے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کو پکڑا، جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ خدا گواہ، اگر تو مسلمان ہو جائے تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ (میرا باپ) ''خطاب'' مسلمان ہو۔ اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے مسلمان ہونے کو پسند کرتے ہیں[1]۔

قصہ نمبر ۷۱ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے ماموں کو قتل کرنا﴾

ایک دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کسی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ حضرت سعید بن العاص کا گزر ہوا۔ انہوں نے اپنا چہرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پھیر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تیرے دل میں کوئی بات ہے، شاید تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں نے تمہارے باپ کو بدر میں قتل کر دیا تھا، دیکھو! اگر میں نے اس کو قتل کیا تھا تو اس کے قتل پر میں تجھ سے کوئی معذرت خواہی نہیں کروں گا۔ البتہ میں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن المغیرہ کو قتل کیا ہے، اور

---

[1] دیکھئے: ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ (۲۹۸/۳)

باقی رہی تمہارے باپ کی بات تو میرا گزر ہوا تو وہ یوں ڈھونڈ رہا تھا جیسے بیل اپنے سینگوں سے ڈھونڈتا ہے پس میں اس سے ایک طرف کو ہوا، پھر تیرے ابن عم نے قصد کیا اور اس کو قتل کر دیا [۱]۔

قصہ نمبر ۷۲ ﴿حضرت عمرؓ کا ایک غلام کو تحفظ فراہم کرنا﴾

سنان بن سلمۃ الھذلی ایک دن نکلے، وہ ان دنوں غلام تھے، مدینہ کے چند لڑکوں کے ساتھ مل کر کھجور کے درختوں سے گری ہوئی کچی کھجوریں اٹھانے لگے۔ دریں اثناء کہ وہ اپنی جھولیوں میں کچی کھجوریں اکٹھی کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ تمام لڑکے ادھر اُدھر بھاگ گئے مگر سنان بن سلمۃ اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! یہ کھجوریں ہوا سے گری ہیں (میں نے نہیں توڑیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر سنان کی جھولی پر پڑی تو فرمایا، تو سچ کہتا ہے۔ سنان نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے ان لڑکوں کو دیکھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں، سنان نے کہا کہ جب آپ مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے تو یہ لڑکے مجھ پر دھاوا بول دیں گے اور میری ساری کھجوریں مجھ سے چھین لیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑوں کی سی متواضعانہ حالت میں اس غلام کے ساتھ ساتھ رہے، یہاں تک وہ غلام امن کی جگہ میں پہنچ گیا [۲]۔

قصہ نمبر ۷۳ ﴿امانت دار غلام﴾

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اثنائے سفر ایک غلام کے پاس سے گزر ہوا وہ بکریاں چرا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اے غلام! ایک بکری ہمیں بیچ دو۔ غلام نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں، میرے مالک کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[۱]

[۲] دیکھئے: طبقات ابن سعد (۸۹/۷)

نے اسے آزمانے کے لیے کہا کہ اپنے مالک سے کہہ دینا کہ کوئی بھیڑیا اس کو کھا گیا۔ غلام نے جواب دیا کہ جب میں اپنے مالک سے یہ کہہ دوں کہ بھیڑیا اس کو کھا گیا تو قیامت کے دن اپنے رب سے کیا کہوں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، پھر اس کے مالک کے پاس گئے اور اس سے وہ غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ اور اس غلام سے فرمایا کہ میں نے تجھے اس دنیا میں اس بات پر آزادی دلائی مجھے امید ہے کہ تو آخرت میں انشاء اللہ مجھے آزادی دلائے گا[1]۔

قصہ نمبر ۷۴ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سونا﴾

معاویہ بن خدیج اسکندریہ کی فتح کی خوش خبری لے کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چت لیٹے ہیں۔ معاویہ کہنے لگے: امیر المؤمنین سو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً گھبرا کر اٹھے اور فرمایا کہ اے معاویہ! جب تم مسجد میں آئے تو تم نے کیا کہا؟ معاویہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ امیر المؤمنین سو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے برا گمان کیا۔ اگر میں دن کے وقت سو گیا تو رعایا کو برباد کروں گا اور اگر رات کو سو گیا تو اپنی ذات کو برباد کر دوں گا۔ اے معاویہ! بھلا اس کے باوجود نیند آسکتی ہے[2]۔

قصہ نمبر ۷۵ ﴿شیر خوار بچہ اور چار عورتیں﴾

دربارِ فاروقی میں ایک باوقار نوجوان عورت آئی۔ اس کے چہرے پر رنج وغم اور خوف وگھبراہٹ کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ گردنوں کو پھلانگتی ہوئی امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگی: مجھے ایک شیر خوار بچہ ملا تھا اس کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں سو دینار تھے، میں نے ان

---

[1] دیکھیے: رمضان شہر نفحات ص (۲)

[2] دیکھیے: "اخبار عمر" (۲۹۰)، و خطط المقریزی (۱/۱۶۶)

دیناروں سے ایک مرضعہ (دودھ پلانے والی) اجرت پر رکھ لی اب چار عورتیں آتی ہیں اور اس بچہ کو چومتی ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے کون سی عورت اس بچہ کی ماں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ جب وہ عورتیں آئیں تو مجھے بتا دینا، وہ عورت چلی گئی، جب وہ چار عورتیں آئیں تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ان عورتوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون اس بچہ کی ماں ہے؟ ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! آپ نے اچھا سلوک نہیں کیا، آپ نے ایک ایسی عورت سے پردہ اٹھانے کا قصد کیا جس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیا کرتے ہوئے فرمایا، تو نے سچ کہا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو جس کے پاس وہ بچہ تھا، یہ فرمایا کہ جب یہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو تم نے مجھ سے کسی بات کا سوال نہیں کرنا، اور ان بچہ کی اچھی دیکھ بھال کرتی ہو، (یہ فرما کر) واپس تشریف لے گئے[1]۔

قصہ نمبر ۷۶ ﴿ایک درویش صفت حاکم﴾

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو حمص میں ایک سال کا عرصہ گزر گیا مگر انہوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو نہ کوئی خط لکھا اور نہ مسلمانوں کے بیت المال میں کوئی درہم دینار بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا اور ان کے متعلق شک گزرا چنانچہ آپ نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو مکتوب لکھا کہ ”جب میرا یہ مکتوب تمہارے پاس پہنچے تو فوراً میرے پاس چلے آنا اور مسلمانوں کا مال فئی (بغیر جنگ کے حاصل ہونے والا مال غنیمت) بھی ساتھ لیتے آنا۔“ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر لپیٹا اور ایک تھیلا لیا، اس میں اپنا زادِ راہ ڈالا، اور ایک پیالہ اور وضو کا برتن ساتھ لیا اور اپنے ہاتھ میں اپنا نیزہ پکڑا اور پیادہ پا چلتے ہوئے مدینہ پہنچے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے اس حال میں پیش ہوئے کہ رنگ بدلا ہوا ہے، جسم لاغر

---

[1] دیکھئے: ”کنز العمال“ (۱۵/ ۲۰۰، ۲۰۱) رقم (۴۰۵۶۸)

اور کمزور ہے، سر کے بال پراگندہ ہیں اور سفر کی مشقت کے آثار نمایاں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پوچھا: یہ تیری کیا حالت بنی ہوئی ہے؟ عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ میری کیا حالت دیکھتے ہیں؟ کیا آپ رضی اللہ عنہ مجھے تندرست بدن اور صاف ستھرا نہیں دیکھ رہے؟ میرے پاس دنیا کی دولت ہے جس کی گرانباری تلے دبا جا رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اپنے ساتھ کیا لائے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مال لائے ہوں گے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک تھیلا ہے جس میں اپنا زادِ راہ ڈالتا ہوں اور وضو کرنے اور پینے کے لیے ایک مشکیزہ ہے اور یہ میرا نیزہ ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اگر دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو اس کے ذریعہ لڑتا ہوں۔ خدا کی قسم! دنیا میرے سامان کے تابع ہے (یعنی میرے پاس بس یہی کچھ ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم پیدل چل کر آئے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا وہاں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو تجھے سواری کے لیے کوئی جانور دے دیتا؟ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے ایسا کیا اور نہ میں نے ان سے سواری کے لیے کوئی جانور مانگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جن لوگوں کے پاس تم آئے ہو وہ برے مسلمان ہیں؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خدا سے ڈرو! اللہ تعالیٰ نے غیبت سے منع کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بیت المال کے لیے جو مال لائے ہو وہ کہاں ہے؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو کچھ بھی نہیں لایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیوں؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب آپ نے مجھے وہاں بھیجا تو میں نے اس شہر میں پہنچ کر وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور ان کو مال فئی جمع کرنے کا ذمہ دار بنا دیا، یہاں تک کہ جب انہوں نے مال جمع کر لیا تو میں نے وہ مال اس کی جگہ پر رکھ دیا، (یعنی ضرورت مندوں میں صرف کر دیا) اگر آپ اس سلسلہ میں سے لیتے ہیں تو میں آپ کو لا دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب (سیکرٹری) سے کہا کہ عمیر رضی اللہ عنہ کے لیے عہدہ کی تجدید کرو (یعنی ان کو

دوبارہ عہدہ سنبھالنے کو کہا) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: نہیں نہیں، میں اس چیز کا طالب نہیں ہوں۔ اور نہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے کام کروں گا اور نہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کا کام کروں گا۔ اے امیر المؤمنین! اس کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے گھر جانے کی اجازت چاہی، آپ کا گھر مدینہ کے آس پاس ہی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمیر رضی اللہ عنہ کا امتحان لینا چاہا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایک آدمی ''حارث'' بھیجا۔ حارث کو فرمایا کہ تم عمیر رضی اللہ عنہ کے گھر بطورِ مہمان قیام کرو۔ اگر عمیر رضی اللہ عنہ کو ناز ونعمت میں دیکھو تو واپس چلے آنا (اور مجھے بتانا) اور اگر اس کو تنگ حالی میں پاؤ تو یہ سو دینار اس کو دے دینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حارث کو سو دینار کی ایک تھیلی دے دی۔ حارث نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے گھر تین روز تک بطورِ مہمان قیام کیا، اس دوران حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ہر روز جو کا ایک ٹکڑا نکالتے تھے۔ جب تیسرا دن ہوا تو حارث سے کہنے لگے: تو نے تو ہمیں بھوکا مار دیا۔ اگر تم یہاں سے جا سکتے ہو تو چلے جاؤ۔ اس وقت حارث نے دینار نکالے اور ان کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حارث نے کہا کہ امیر المؤمنین نے آپ کے لیے بھیجے ہیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ دینار ان کو واپس کر دو، ان کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ عمیر کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے پکار کر کہا اے عمیر رضی اللہ عنہ! یہ دینار لے لو۔ اگر آپ کو ان کی ضرورت ہوئی تو خود خرچ کر لینا وگرنہ ان دیناروں کو ان کی جگہ میں رکھ دینا۔ یہاں ضرورت مند لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ جب حارث نے عمیر رضی اللہ عنہ کی بیوی کی بات سنی تو وہ دینار حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے سامنے پھینکے اور خود چلے آئے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے وہ دینار لیے اور ان کو چھوٹی چھوٹی چند تھیلیوں میں ڈال دیا اور اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ وہ تھیلیاں ضرورت مندوں میں تقسیم نہ کر دیں اور شہداء کی اولاد کو اس میں سے خصوصی طور پر دیا۔ حارث واپس مدینہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا۔ اے حارث! تو نے کیا دیکھا؟ حارث نے بتایا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے ان کو بڑی تنگ حالی میں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے

پوچھا: تو پھر کیا ان کو دینار دے دیئے؟ حارث نے کہا کہ جی ہاں، اے امیر المؤمنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ حارث نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں، باقی میرا نہیں خیال کہ وہ اپنے لیے ایک درہم بھی رکھیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ جونہی یہ میرا خط تم تک پہنچے تو فوراً میرے پاس چلے آنا۔ جب مکتوب گرامی پہنچا تو حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے لیے رخت سفر باندھا۔ مدینہ پہنچ کر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ ان کو مرحبا کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر پوچھا: اے عمیر رضی اللہ عنہ! ان دیناروں کا تم نے کیا کیا؟ عمیر رضی اللہ نے جواب دیا کہ میں نے جو کرنا تھا کیا، آپ کیوں سوال کرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ تو نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے ان کو اپنے لیے ذخیرہ کر لیا ہے تاکہ میں ان سے اس دن انتفاع کروں جس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد۔ (یہ سنتے ہی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم کرے۔ پھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے لیے غلے اور دو کپڑوں کا حکم دیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! غلہ کی تو مجھے ضرورت نہیں، کیونکہ میں اپنے گھر میں دو صاع جو کے چھوڑ کر آیا ہوں، فراخی رزق تک ہم اس کو کھاتے رہیں گے ہاں، البتہ یہ کپڑے لے لیتا ہوں، کیونکہ فلاں کی ماں (مراد ان کی بیوی) کے کپڑے کافی پرانے اور بوسیدہ ہو گئے ہیں کہ اس کے برہنہ ہونے کا خطرہ ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت عمیر کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات پر بے حد رنج و غم ہوا۔ اظہارِ حسرت کرتے ہوئے فرمایا: کاش! میرے پاس عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ جیسے آدمی ہوتے میں ان سے مسلمانوں کے انتظامی معاملات میں معاونت لیتا[1]۔

---

[1] دیکھیے: المعجم الکبیر للطبرانی (۱۷/ ۵۱، ۵۴)، ومجمع الزوائد (۱/ ۳۸۴)، و کنز العمال (۱۳/ ۵۵۶) رقم (۳۷۴۴۵)

قصہ نمبر ۷۷ ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا گوشت کھانا﴾

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، دیکھا کہ ان کے سامنے گوشت رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ گوشت کیسا ہے: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے متردد ہو کر کہا کہ گوشت کھانے کو میرا جی چاہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ جس چیز کو بھی تمہارا جی چاہے گا کھاؤ گے؟ کسی شخص کے اسراف والا عمل کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کو جو چیز بھی مرغوب ہو کھالے[1]۔

قصہ نمبر ۷۸ ﴿حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک شراب نوش﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک سوار آدمی پر نظر پڑی جو تیزی سے چلا آ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے (دل میں) کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ ہمیں تلاش کرتا ہے۔ اتنے میں وہ آدمی آیا تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ اگر مقروض ہو تو ہم تمہاری اعانت کر دیتے ہیں اور اگر کسی سے خوف زدہ ہو تو ہم پناہ دیئے دیتے ہیں، لیکن اگر تو کسی شخص کو قتل کر کے آیا ہے تو پھر تجھے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور اگر تو ان لوگوں کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا تو ہم تجھے کسی اور علاقہ میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس آدمی نے کہا کہ میں نے شراب نوشی کی، میں بنو تمیم کا ایک فرد ہوں اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے لگائے ہیں، میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں پھرایا ہے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا ہے کہ وہ اس آدمی کے ساتھ نہ کھائیں اور نہ بیٹھیں۔ میرے دل میں آیا کہ تین کاموں میں سے ایک کام کر گزروں، یا تو تلوار کا انتظام کر کے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی خبر لوں اور ان کو اس تلوار سے ماروں یا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو جاؤں اور آپ مجھے شام بھیج دیں کیونکہ شام کے لوگ مجھے نہیں پہنچانتے اور یا پھر

---

[1] دیکھیے: الزهد للامام احمد ص (۱۵۳)

میں دشمنوں کے پاس چلا جاؤں اور ان کے ساتھ شامل ہو کر کھاؤں اور پیوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تمہارے اس عمل سے خوشی نہیں ہوئی، میں خود زمانہ جاہلیت میں حرمت سے قبل تمام لوگوں سے زیادہ پیتا تھا، اور یہ زنا کی طرح نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا: ''اگر تم نے یہ حرکت دوبارہ کی تو میں تمہارا منہ ضرور کالا کروں گا اور لوگوں میں چکر لگاؤں گا، اگر تمہیں میری بات کا حق ہونا معلوم ہو گیا ہے تو لوگوں کو حکم دو کہ وہ اس آدمی کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں اور اس کے ساتھ کھائیں پئیں۔ اگر یہ آدمی توبہ تائب ہو جائے تو اس کی شہادت کو قبول کرو۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو اٹھایا اور اس کو دو سو درہم دیئے[1]۔

قصہ نمبر ۷۹ ﴿دودھ فروش عورت کی بیٹی﴾

ایک رات حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے اور ان کی خبر گیری میں مصروف تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو تھکاوٹ محسوس ہوئی تو کسی گھر کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ بیٹی! جاؤ اٹھو! اور دودھ میں پانی ملا دو۔ بیٹی نے کہا: اماں! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے! اس کی ماں نے کہا: اے بیٹی! جاؤ بھی! دودھ میں پانی ملا دو، عمر رضی اللہ عنہ تو ہمیں نہیں دیکھ رہا ہے۔ اس لڑکی نے جواب دیا کہ اماں! اگر عمر رضی اللہ عنہ ہمیں نہیں دیکھ رہا تو عمر رضی اللہ عنہ کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس نیک لڑکی کی بات بہت پسند آئی، اپنے غلام ''اسلم'' کو جو اس وقت ان کے ہمراہ تھے، فرمایا: اے اسلم! اس دروازہ کی شناخت رکھنا اور یہ جگہ بھی یاد رکھنا۔ پھر وہ دونوں آگے چل دیئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسلم! وہاں جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کہنے والی لڑکی کون ہے؟ اور اس نے کس عورت کو جواب دیا اور کیا ان کے ہاں کوئی مرد ہے؟ اسلم

[1] دیکھئے: ''کنز العمال'' (۵/۷۹) (۱۸۰۴۰)

معلومات لے کر واپس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس نے بتایا کہ وہ لڑکی کنواری، غیر شادہ شدہ ہے اور وہ اس کی ماں ہے اور ان کے ہاں کوئی مرد نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کو بلایا اور ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ پھر فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو عورت کی حاجت ہے تو میں اس کی شادی کر دوں؟ اور اگر تمہارے باپ میں عورتوں کے پاس جانے کی طاقت ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی اس لڑکی سے نکاح کرنے میں مجھ پر سبقت نہ لے جاتا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری تو بیوی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ میری بھی بیوی ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابا جان! میری بیوی نہیں ہے آپ میری شادی کر دیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کو پیغام نکاح بھیجا اور (اپنے بیٹے) عاصم سے اس کی شادی کر دی۔ عاصم کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی والدہ بنیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان کے سب سے زیادہ عادل حکمران اور پانچویں خلیفۂ راشد تھے[1]۔

قصہ نمبر ۸۰ ﴿اے ابن عمر! تجھے تیرے حصہ کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا﴾

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ہمراہ مدینہ کے کسی راستہ میں چلے جا رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹی بچی نظر آئی جس کا حال یہ تھا کہ کپڑے اس کے پھٹے ہوئے تھے، سر کے بال بکھرے ہوئے اور پراگندہ تھے، بھوک اور کمزوری کی وجہ سے گر جاتی تھی۔ کبھی کھڑی ہوئی اور کبھی گر جاتی (یہ حالت دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہائے! یہ کتنی محتاج ہے۔ تم میں سے کوئی اس کو پہچانتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جو اپنے والد محترم کے برابر ہی کھڑے تھے، امیر المؤمنین! آپ اس بچی کو پہچانتے نہیں ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، کون ہے یہ؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میری کون سی بیٹی ہے؟ حضرت عبداللہ

---

[1] دیکھئے: "طبقات ابن سعد" (۳۳۰/۵)

رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ فلاں ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ سے کہا کہ یہ میں اس کی کیا حالت دیکھ رہا ہوں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آپ کے (مال) نہ دینے کی وجہ سے ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا نہ دینا تجھے کیوں مانع ہوا کہ تم بھی اپنی بیٹیوں کے لیے وہ کماتے جو طاقتور اپنی بیٹیوں کے لیے کماتے ہیں! خدا کی قسم! مسلمانوں کے مال میں تمہارا جو مقررہ حصہ ہے اس کے سوا تیرے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے خواہ وہ تجھے کافی ہو یا ناکافی۔ میرے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ فیصل ہے[1]۔

قصہ نمبر ۸۱ ﴿معرکۂ جسر﴾

جنگ کا طبل بج گیا، تلواروں کے چلنے کی آوازیں آنے لگیں اور معرکۂ جسر میں مسلمانوں کی ہزیمت واقع ہونے لگی۔ قتل ہونے والے قتل ہوئے بھاگنے والے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان بھاگنے والوں میں ایک معاذ القاری بھی تھے، جب انہوں نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (الانفال)

''اور جو شخص ان سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پیترا بدلتا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔''

تو بہت رونے لگے، امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ! مت روؤ! کیونکہ ہم تمہاری جماعت کے لوگ ہیں اور تم اپنی جماعت کی

[1] دیکھیے: مناقب أمير المؤمنين (۱۱۹)

طرف پناہ لینے آئے ہو۔ پھر اس سے فرمایا: کیا تم شام جانا چاہو گے؟ باقی مسلمان بھی وہاں چلے گئے ہیں کیونکہ دشمن اس وقت بہت سخت ہے اور حملہ آور ہے۔ شاید اس سے تمہاری فرار کی خفت مٹ سکے۔ معاذ نے کہا کہ نہیں۔ میں اسی زمین کی طرف واپس جاؤں گا۔ جہاں سے بھاگا تھا، دشمن نے میرا جو بگاڑنا ہے بگاڑ لے۔ چنانچہ وہ قادسیہ میں پہنچ کر شہید ہوئے[1]۔

اے معاذ القاری! اللہ کی تم پر رحمت نازل ہو۔

قصہ نمبر ۸۲ ﴿ کیا قیامت کے دن تم میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟ ﴾

دن کا اجالا ختم ہوا تو رات کا اندھیرا چھانے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیند کو دور کیا اور لوگوں کے حالات جاننے کے لیے نکل پڑے۔ دریں اثناء کہ آپ رضی اللہ عنہ جا رہے تھے کہ آپ کے کان میں بچوں کے رونے کی آواز پڑی، جب اس آواز کے قریب ہوئے، تو دیکھا کہ ایک عورت اپنے گھر کے اندر بیٹھی ہے اور اس کے اردگرد بچے ہیں جو چیخ چلا رہے ہیں۔ اور پانی کی بھری ایک ہانڈی چولہے پر چڑھا رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ کے قریب گئے اور پوچھا: اے خدا کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ بھوک کے مارے رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ہانڈی کیسی ہے جو چولہے پر چڑھائی ہوئی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے ان بچوں کو بہلانے کے لیے پانی رکھا ہوا ہے تاکہ یہ کسی طرح سو جائیں اور یہ سمجھیں کہ اس ہانڈی میں کھانے کی کوئی چیز ہے جو پک رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت دکھ پہنچا، فوراً دارالصدقہ (مال صدقات کا گودام گئے) اور ایک بڑا تھیلا لیا، اس میں آٹا، گھی، چکنائی، کھجوریں، کپڑے اور دراہم بھر کر ڈالے اور اپنے غلام "اسلم" سے کہا کہ اے اسلم! مجھے یہ سب کچھ اٹھوا دو۔ اسلم نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کی طرف سے میں اٹھائے دیتا ہوں۔ حضرت عمر نے (تیز لہجے میں) اسلم سے کہا کہ اے اسلم! تیرا ناس ہو! کیا تم

---

[1] دیکھئے: تاریخ الطبری (۴۵۹/۳)، وطبقات ابن سعد (۴۵۸/۳)

قیامت کے دن میرا بوجھ اٹھا سکو گے؟ اسلم خاموش ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ سامان اٹھوایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ سامان لے کر اس عورت کے گھر گئے ۔ وہاں پہنچ کر ہانڈی لی اور اس میں آٹا اور کچھ چکنائی اور کھجوریں ڈالیں اور اپنے ہاتھ سے ہلانے لگے اور ہانڈی کے نیچے پھونکتے رہے کہ دھواں آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی کے اندر سے نکل رہا تھا حتیٰ کہ ان کے لیے کھانا تیار ہو گیا پھر اپنے ہاتھ سے نکال نکال کر ان بچوں کو کھلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کا پیٹ بھر گیا، پھر باہر آئے اور شیر کی طرح جم کر بیٹھ گئے۔ آپ اسی حال میں رہے حتیٰ کہ وہ بچے خوشی سے اچھلنے لگے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے غلام اسلم سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں بیٹھ گیا تھا؟ اسلم نے کہا کہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ان بچوں کو روتے ہوئے دیکھا تو مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ ان کو ویسے ہی چھوڑ کر چلا جاؤں ۔ یہاں تک کہ ان کو ہنستا ہوا دیکھوں۔ جب میں نے ان کو ہنستے ہوئے دیکھا تو میرا جی خوش ہو گیا[۱]۔

قصہ نمبر ۸۳ ﴿میں نے ہی زیادتی کی تھی﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے تہبند کو پکڑے ہوئے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے بھی نظر آنے لگے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: لگتا ہے کہ تمہارے اس دوست کا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ میرے اور ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی بات ہو گئی تھی، میں نے جلدی دکھائی پھر مجھے اپنے کیے پر ندامت ہوئی تو میں نے ان سے معافی کی درخواست کی مگر وہ نہ مانے اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلا آیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! خدا تیری مغفرت کرے (تین بار فرمایا)۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ندامت ہوئی تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر چلے آئے یہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ پا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

۱ دیکھیے: منتخب کنز العمال (۴۱۵/۴)، البدایة والنهایة (۱۳۶/۷)

کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈرے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! خدا کی قسم! میں نے ہی زیادتی کی تھی (دو مرتبہ فرمایا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تو تم نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں اور اس نے اپنی جان و مال کے ذریعہ میرے ساتھ غمخواری کی، کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑ دو گے؟[۱]''

قصہ نمبر ۸۴ ﴿اشرفیوں کی تھیلی﴾

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کہیں سے مال آیا تو آپ نے چار سو دینار لے کر ایک تھیلی میں ڈالے اور اپنے غلام سے کہا: یہ تھیلی ابوعبیدہ بن الجراح کو دے آؤ، پھر کچھ دیر گھر میں رہ کر دیکھنا کہ وہ ان اشرفیوں کا کیا کرتے ہیں؟ غلام وہ تھیلی لے کر ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ امیر المؤمنین آپ سے فرمار ہے ہیں کہ ان اشرفیوں کو اپنی ضروریات میں صرف کرلو۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل فرمائے اور ان پر اپنی رحمت فرمائے۔ پھر خادمہ کو آواز دی، وہ آئی تو اس کو فرمایا: یہ پانچ اشرفیاں فلاں کو دے دو، اور یہ پانچ فلاں کو دے دو۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس طرح ان تمام اشرفیوں کو ختم کر دیا۔ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا اور ان کو سارا واقعہ بتایا۔ غلام نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کی ایک تھیلی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے بھی تیار کی ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تھیلی معاذ رضی اللہ عنہ کو دے آؤ۔ اور گھر میں تھوڑی دیر ٹھہر کر دیکھنا کہ وہ ان اشرفیوں کا کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام وہ تھیلی لے کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ امیر المؤمنین آپ سے فرمارہے ہیں کہ یہ اشرفیاں ہیں، ان کو اپنی ضروریات میں صرف کرلو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم و فضل فرمائے۔ پھر خادمہ کو بلایا اور فرمایا کہ اتنے دینار فلاں کے گھر دے آؤ اور اتنے

[۱] دیکھئے: البخاری: رقم (۳۴۶۱)

دینار فلاں کے گھر دے آؤ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو پتہ چلا تو کہنے لگی۔ خدا کی قسم! ہم بھی محتاج ہیں، ہمیں بھی دو، تھیلی میں صرف دو دینار رہ گئے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ دو دینار ان کو دے دیئے۔ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ غلام نے پھر دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کی ایک اور تھیلی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے تیار کر رکھی ہے پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جیسا کام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ یہ سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں[1]۔

قصہ نمبر ۸۵ ﴿اپنی امانت لے لو﴾

ایک دفعہ حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ رعایا کی خبر گیری کے لیے گشت کر رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک آدمی پر نظر پڑی جس نے اپنے کندھے پر اپنا بیٹا اٹھایا ہوا تھا۔ (اسے دیکھ کر) فرمایا کہ میں نے کوئی بچہ اپنے باپ کے اتنا مشابہ (ہم شکل) نہیں دیکھا جتنا یہ بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! یہ وہ بچہ ہے جس کو اس کی ماں نے مردہ حالت میں جنم دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تیرا ناس ہو وہ کیسے؟ اس آدمی نے کہا کہ جب میں اس کی ماں کو حالت حمل میں چھوڑ کر ایک جہادی مہم کے لیے روانہ ہونے لگا تو میں نے کہا کہ تیرے پیٹ مین جو بچہ ہے اس کو میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ پھر جب میں سفر سے واپس آیا تو پتہ چلا کہ میری بیوی فوت ہوگئی ہے۔ ایک رات میں جنت البقیع کے گورستان میں اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے گورستان میں چراغ کی طرح کی روشنی دیکھی، میں نے اپنے چچا زاد بھائیوں سے پوچھا، یہ روشنی کیسی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم

---

[1] دیکھئے: "المعجم الکبیر" للطبرانی (۲/۳۳،۳۴)، والطبقات الکبریٰ لا بن سعد (۳/۴۱۳)، والتاریخ الصغیر للبخاری ص (۲۹)

صرف اتنا جانتے ہیں کہ فلاں عورت (اس آدمی کی بیوی) کی قبر کے پاس ہر رات روشنی نظر آتی ہے۔ میں نے ایک کلہاڑی لی اور قبر کی جانب چلا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور اس کے اندر دیکھا تو پتہ چلا کہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھا ہے، میں ذرا قریب ہوا تو غیب سے آواز آئی: اے وہ شخص! جس نے اپنے رب کے پاس اپنی امانت رکھوائی تھی، اپنی امانت لے لو۔ یاد رکھو! اگر اس کی ماں کو بھی ہمارے پاس امانت کے طور پر رکھواتا تو اس کو بھی پا لیتا، پھر میں نے بچہ کو پکڑا تو قبر بند ہوگئی [۱]۔

قصہ نمبر ۸۶ ﴿ہائے عمر!﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کے فرش پر لیٹے تھے، سر کے نیچے اپنی چادر رکھی ہوئی تھی کہ یکایک کوئی شخص چیخ چیخ کر کہنے لگا: ہائے عمر رضی اللہ عنہ! ہائے عمر رضی اللہ عنہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھبرا کر اٹھے اور جلدی سے دیکھا کہ کون انہیں آواز دے رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک دیہاتی آدمی اونٹ کی لگام پکڑے کھڑا ہے اور اس کے اردگرد لوگ بھی کھڑے ہیں۔ لوگوں نے اس کو بتایا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے؟ کوئی مظلوم لگتا ہے۔ اس آدمی نے چند اشعار کہے جس میں اس نے خشک سالی کا شکوہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا پھر پکار کر کہا: ہائے عمر! ہائے عمر! تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کیا کہتا ہے؟ یہ اصل میں قحط سالی کا ذکر کر رہا ہے۔ عمر تو پیٹ بھر کر کھا رہا ہے اور سیر ہو کر پانی پی رہا ہے لیکن مسلمان قحط سالی اور تنگ حالی میں مبتلا ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے اونٹ غلے سے لاد کر اس کو دیئے اور دو انصاری آدمی بھی اس کے ہمراہ بھیجے۔ وہ انصاری یمن میں داخل ہوئے اور ان کے پاس جو کچھ تھا لوگوں میں تقسیم کر دیا، صرف تھوڑی سی چیز باقی بچی جو مٹھی بھر بھی نہ ہوگی۔ جب وہ دونوں انصاری عازمِ مدینہ ہوئے تو راستہ میں ایک آدمی ملا، بھوک کے مارے اس کی ٹانگیں لاغر ہو چکی تھیں۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس

---

[۱] دیکھئے: "مناقب أمير المؤمنين" ص (۷۴)

نے ان کو دیکھا تو نماز توڑی اور جلدی سے ان کے پاس گیا اور کہنے لگا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ ان انصاریوں نے جو کچھ بچا ہوا تھا اس کو دے دیا اور اس کو کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عنقریب غلہ بھیج دیں گے۔ اس نے تنگ آ کر کہا خدا کی قسم! اگر ہم نے عمر رضی اللہ عنہ پر بھروسہ کیا تو ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر اس نے سب کچھ ایک طرف کو پھینکا اور دوبارہ نماز میں مشغول ہو گیا۔ پھر اس نے دست سوال دراز کیا، اور خوب تضرع و عاجزی کے ساتھ دعا کرنے لگا، ابھی اس نے اپنے ہاتھوں کو منہ پر پھیرا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش برسا دی[1]۔

قصہ نمبر ۸۷ ﴿ایک مسلمان کی جان مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں کانوں میں انگلیاں دے کر حیران و سرگرداں پھر رہے تھے اور چلا چلا کر کہہ رہے تھے، ہائے افسوس! ہائے افسوس! لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور متعجب ہو کر پوچھنے لگے: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بعض امراء کی طرف سے ایک پیام رساں یہ خبر لے کر آیا ہے کہ ایک نہر لوگوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ اسے عبور کرنے کے لیے کوئی کشتی نہ ملی تو ان کے امیر (افسر) نے حکم دیا کہ ایسا آدمی تلاش کرو جو اس نہر کی گہرائی کو جانتا ہو۔ چنانچہ ایک بوڑھا آدمی لایا گیا، اس بوڑھے شخص نے خوف و تردد کے لہجہ میں کہا کہ مجھے اس کی برودت کا خوف ہے، مگر اس امیر نے اس کو جبراً اس نہر میں داخل کرا دیا، ابھی وہ نہر میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس کو اس کی برودت نے پکڑ لیا اور وہ ہائے عمر رضی اللہ عنہ! ہائے عمر رضی اللہ عنہ! کی آوازیں لگاتے ہوئے اس نہر میں ڈوب گیا۔

بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس علاقہ کے) والی کو طلب کیا، وہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند روز تک اس سے منہ پھیرے رکھا، پھر اس سے پوچھا کہ اس آدمی نے کیا قصور کیا کہ تو نے اس کو مار ڈالا؟ امیر نے معذرت کرتے ہوئے

---

[1] دیکھئے: ابن الجوزی: المناقب (۷۵)

عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں نے اس کو قصداً قتل نہیں کیا اور ہمیں اس نہر کو عبور کرنے کے لیے کوئی چیز بھی دستیاب نہ ہوئی، ہمارا مقصود تو یہ تھا کہ اس نہر کی گہرائی معلوم کریں۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے کارنامے بتانے لگا کہ ہم نے فلاں علاقہ بھی فتح کرلیا اور فلاح بھی فتح کرلیا ہے۔ اور اتنا اتنا مال ہاتھ لگا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیز لہجے میں فرمایا کہ میری نظر میں ایک مسلمان آدمی کی جان ان تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہے جو تو لے کر آیا ہے اگر سنت نہ ہوتی تو میں تیری گردن اڑاتا۔ جاؤ اس کے ورثاء کو اس کی دیت دو اور یہاں سے نکل جاؤ، میں تجھے نہ دیکھوں [1]۔

قصہ نمبر ۸۸ ﴿ایک حاکم کی فقیرانہ حالت﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امارتِ حمص کے لیے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، وہ پیغام ملتے ہی فوراً بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''میں نے حمص کی امارت کے لیے تمہارا انتخاب کیا ہے۔'' حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''نہیں نہیں، میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں، آپ مجھے فتنے میں نہ ڈالیے۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تند و تیز لہجے میں فرمایا: ''خوب! تم لوگوں نے خلافت کی ذمہ داریوں کا قلادہ تو میری گردن میں ڈال رکھا ہے اور خود کسی قسم کی ذمہ داری قبول کرنے سے گریز کرتے ہو۔ خدا کی قسم! میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔ تمہیں حمص کی امارت ضرور سنبھالنا ہو گی'' چنانچہ ان کو حمص کا امیر مقرر کر دیا۔ سفر پر روانگی سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا، کیا ہم آپ کی تنخواہ مقرر نہ کر دیں؟ انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں اس کو لے کر کیا کروں گا؟ کیونکہ بیت المال سے جو میرا وظیفہ مقرر ہے وہ میری ضرورت سے زائد ہے۔ یہ کہہ کر حمص چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حمص کے بعض سربرآوردہ لوگ امیر المؤمنین کے پاس آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ حمص کے فقراء اور مساکین کے ناموں کی ایک فہرست تیار کر کے لاؤ تا کہ ان

[1] دیکھئے: "السنن الکبریٰ" (۳۲۳/۸) و "کنز العمال" (۸۱/۱۵) رقم (۴۰۱۸۹)

کے گزر اوقات کا انتظام کیا جائے۔ جب فہرست تیار ہو کر سامنے آئی تو اس میں سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام بھی درج تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''یہ سعید بن عامر کون ہیں؟'' لوگوں نے کہا: ''ہمارے امیر۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا: تمہارا امیر فقیر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں، خدا کی قسم! کئی کئی دن گزر جاتے ہیں، ان کے گھر آگ نہیں جلتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے حتیٰ کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجی اور فرمایا کہ ان کو میرا سلام کہنا اور ان سے یہ کہنا کہ یہ امیر المؤمنین نے بھیجی ہے اور اسے اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں۔ جب قاصد نے اشرفیوں کی وہ تھیلی سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو دی تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ بیوی کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو دوڑی آئیں اور گھبرا کر پوچھا اے سعید رضی اللہ عنہ! خیر تو ہے، کیا امیر المؤمنین نے وفات پائی؟ بولے: ''نہیں، اس سے بھی بڑا واقعہ ہے۔'' بیوی نے پوچھا: ''کیا مسلمان کسی مصیبت سے دوچار ہوئے؟'' فرمایا اس سے بھی اہم واقعہ پیش آیا ہے۔ بیوی بولیں، آخر کچھ تو بتائیے، اس سے بڑا واقعہ کیا پیش آیا؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ دیکھو دنیا فتنوں کو لے کر میرے گھر میں داخل ہوگئی ہے۔'' بیوی نے کہا: آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں، بیوی کو ان دیناروں کا علم نہیں تھا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم میری اس پر مدد کرو گی؟ بیوی نے کہا: جی ضرور۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے وہ دینار تھیلی سے نکالے اور فقرائے مسلمین میں تقسیم کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ سعید بن عامر رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے[1]۔

قصہ نمبر ۸۹ ﴿حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ اور اہل حمص﴾

امیر حمص حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے حالات معلوم کرنے اور شہر حمص کے پریشان حال لوگوں کے آنسو پونچھنے کے لیے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک بار پھر حمص کا دورہ کیا۔ جب وہاں کے لوگ حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے

[1] دیکھئے: مختصر تاریخ ابن عساکر (۹...... ۳۱۹)، والحلیۃ (۱/۲۴۵)

پوچھا۔ اے اہل حمص! تم نے اپنے عامل (افسر) کو کیسا پایا؟ اہل حمص نے فاروق اعظم کی خدمت میں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ شکایتیں پیش کیں، انہوں نے کہا کہ ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔ (۱) جب تک کافی دن نہیں نکل آتا، سعید رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ (۲) رات کو کوئی آواز دیتا ہے تو وہ جواب نہیں دیتے۔ (۳) مہینے میں ایک دن گھر کے اندر رہتے ہیں اور بالکل باہر نہیں نکلتے۔ (۴) وقتاً فوقتاً انہیں جنون کے دورے پڑتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور سب لوگوں کو جمع کیا اور (دل میں) کہا: اے اللہ! آج کے بارے میں میری رائے کی لاج رکھنا۔'' پھر فرمایا: لوگو بتاؤ، تمہیں ان سے کیا شکایت ہے؟ لوگوں نے کہا: جب تک کافی دن نہیں نکل آتا، سعید رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سعید رضی اللہ عنہ! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ سعید رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر عرض کیا، خدا کی قسم! میں ان چیزوں کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا تھا، میں نے ان باتوں کو اپنے اور اپنے رب کے درمیان راز رکھا تھا۔ آپ پوچھتے ہیں تو بتائے دیتا ہوں: علی الصبح میں اس لیے باہر نہیں نکلتا کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے۔ میں گھر کا کام انجام دیتا ہوں، میں آٹا گوندھتا ہوں، پھر خمیر اٹھنے کا انتظار کرتا ہوں۔ اس کے بعد روٹی پکاتا ہوں، پھر وضو کر کے ان لوگوں کی خدمت کے لیے باہر نکلتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا: تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رات کو جواب نہیں دیتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعید رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دن کا وقت لوگوں کی خدمت کے لیے اور رات کا وقت اللہ کی عبادت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اور تمہیں ان سے کیا شکایت ہے؟ لوگوں نے کہا، مہینے میں ایک دن گھر سے نہیں نکلتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس کا کیا جواب دیتے ہو؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا ہے۔ مہینہ میں ایک بار اس کو دھوتا ہوں، جب وہ سوکھ جاتے ہیں تو اسے

پہن کر باہر نکلتا ہوں۔ اس وقت دن کا بڑا حصہ گزر جاتا ہے اس لیے لوگوں سے نہیں مل سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا: تمہیں اور ان سے کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: ان کو وقتاً فوقتاً دورے پڑتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب خبیب بن عدی الانصاری رضی اللہ عنہ کو مکہ میں مصلوب کیا گیا تو میں بھی حاضرین میں موجود تھا اور میں اس وقت مشرک تھا۔ میں نے مشرکین قریش کو دیکھا کہ انہوں نے ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ پھر ان کو کھجور کے ایک تنہ پر لٹکا دیا اور کہنے لگے: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے اہل وعیال میں رہنا پسند نہیں کرتا تھا، مجھے خبیب رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا احساس بعض اوقات بے چین کر دیتا ہے اور میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے جوابات سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے سعید رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرے گمان کو غلط ثابت نہیں کیا[1]۔

قصہ نمبر ۹۰ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خدام کے ساتھ کھانا تناول فرمانا﴾

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حج کے ارادہ سے مکہ آئے تو صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو حضرت صفوان رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے برتن میں ڈال کر لائے، وہ اتنا بڑا تھا کہ چار مضبوط آدمی اس کو اٹھا سکتے تھے۔ کھانا لوگوں کے سامنے رکھ دیا، لوگ کھانے لگے اور خادم کھڑے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا، کیا بات ہے، تمہارے خادم تمہارے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں، کیا تم ان سے اعراض کرتے ہو؟ سفیان بن عبداللہ نے

---

[1] دیکھیے: الحلیۃ (۱/۲۴۵)

کہا: امیر المؤمنین بخدا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں البتہ ہم خود کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آیا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کا ستیاناس کرے جو خود کو خادموں پر ترجیح دیتے ہیں۔ پھر خادموں سے فرمایا: بیٹھو اور کھاؤ۔ چنانچہ خدام بھی بیٹھ گئے اور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانے لگے[۱]۔

قصہ نمبر۹۱ ﴿عام مسلمانوں کو بھی وہی کچھ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو﴾

آذربائیجان میں عتبہ بن فرقد کی خدمت میں ایک کھانا پیش کیا گیا جس کو ''خبیص'' کہتے تھے جو کھجور اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے۔ جب انہوں نے کھایا تو بڑا شیریں اور خوش ذائقہ محسوس ہوا۔ فرمانے لگے کہ خدا کی قسم! ہم ایسا کھانا امیر المؤمنین کے لیے بھی ضرور تیار کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس کھانے کے دو بڑے برتن تیار کیے اور دو آدمیوں کے ہاتھ، ایک اونٹ پر رکھوا کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ جب وہ آدمی برتن لے کر بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان برتنوں کو کھولا تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ خبیص ہے۔ امیر المؤمنین نے اس کو چکھا تو بڑا شیریں اور خوش ذائقہ محسوس ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان قاصدوں کی طرف نظر التفات کرتے ہوئے پوچھا: کیا وہاں کے تمام مسلمان یہ کھانا کھاتے ہیں؟ قاصدوں نے نفی میں جواب دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا کہ یہ برتن واپس لے جاؤ اور عتبہ بن فرقد کو لکھا کہ: ''یہ کھانا نہ تیرے باپ کی محنت و کمائی کا ہے اور نہ تیری ماں کی کمائی کا ہے۔ تمام مسلمانوں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو[۲]۔''

---

[۱] دیکھئے: مناقب أمیر المؤمنین لابن الجوزی ص (۱۰۰)

[۲] دیکھئے: مناقب أمیر المؤمنین ص ۱۶۵)، والکنز (۳۵۹۳۷)

قصہ نمبر۹۲ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے کو تنبیہ کرنا﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے درمیان تیز کلامی ہوگئی۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے ان کے والد محترم (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) سے شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ وہ ان کی زبان ضرور کاٹیں گے۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے والد محترم کی طرف سے اس کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو جمع کر کے ان سے بات چیت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو معافی دے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی زبان کاٹ لینے دو، تاکہ میرے بعد یہ قابل عمل سنت بن جائے کہ جو شخص بھی کسی صحابی رسول رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرتا پایا گیا اس کی زبان کاٹ دی جائے گی[۱]۔

قصہ نمبر۹۳ ﴿ام سلیط رضی اللہ عنہا زیادہ حق دار ہے﴾

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چند کپڑے تقسیم کیے تو ایک عمدہ کپڑا بچ گیا۔ کسی حاضر مجلس نے کہا، یہ کپڑا آپ رسول اللہ ﷺ کی اس صاحبزادی کو دے دیجئے جو آپ کے پاس ہے۔ ان کی مراد ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما زوجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ باقی مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کے ساتھ خصوصی امتیاز نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام سلیط اس کی زیادہ حق دار ہے کیونکہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جنہوں نے رسول کریم ﷺ سے بیعت کی تھی۔ اور وہ اُحد کی لڑائی میں ہمارے پیاسوں کو پانی پلانے کے لیے مشکیزے اٹھاتی تھیں[۲]۔

---

۱ دیکھئے: منتخب کنز العمال (۴/۴۲۴)
۲ دیکھئے: "البخاری فی الفتح" (۵/۱۲۷)

قصہ نمبر ۹۴ ﴿حضرت عمرؓ اور حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا﴾

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی چچا زاد بہن شفاء بنت عبداللہ العدویہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ تم کل صبح میرے پاس آ جاؤ۔ چنانچہ شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہ صبح کے وقت پہنچیں تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہیں، وہ دونوں اندر گئیں۔ دونوں کے درمیان تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اعلیٰ کپڑا منگوایا اور عاتکہ بنت اسید رضی اللہ عنہا کو دیا پھر اس سے کم درجہ کا کپڑا منگوایا اور شفاء بنت عبداللہ عدویہ رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ شفاء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اے عمر رضی اللہ عنہ! میں ان سے قدیم الاسلام بھی ہوں، میں آپ رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن بھی ہوں اور آپ نے تو مجھے بلا بھیجا ہے اور یہ تو از خود آئی ہیں۔ پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ کپڑا تمہارے لیے ہی اٹھا رکھا تھا، مگر جب تم دونوں آ گئیں تو مجھے یاد آیا کہ اس (عاتکہ رضی اللہ عنہا) کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تجھ سے زیادہ قرابتی تعلق ہے[1]۔

قصہ نمبر ۹۵ ﴿شہد کا برتن﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے شہد کھانا تجویز ہوا۔ بیت المال میں شہد کا ایک چھوٹا سا پیالہ تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ لاٹھی کا سہارا لے کر چلے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر لوگوں سے مخاطب ہوئے: لوگو! اگر تمہاری اجازت ہو تو میں شہد کا وہ پیالہ لے لوں، اگر اجازت نہیں ہے تو پھر میرے لیے حرام ہے۔ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بطیب خاطر اجازت دی[2]۔

---

[1] دیکھئے: الاصابۃ (۳۵۶/۴)

[2] دیکھئے: منتخب کنز العمال (۴۱۸/۴)

قصہ نمبر ۹۶ ﴿کتاب اللہ کا علم حاصل کرو﴾

ایک آدمی تھا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے در پر پڑا رہتا تھا تا کہ کچھ مال وطعام حاصل ہو۔ (ایک دن) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ''جاؤ! اور کتاب اللہ کا علم حاصل کرو۔'' وہ آدمی چلا گیا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے در پر آنے کا سلسلہ ختم کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جب ملاقات ہوئی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تعلق کے انقطاع پر ناراضگی کا اظہار کیا تو اس نے کہا کہ میں نے کتاب اللہ سے وہ کچھ پایا ہے جس نے مجھے عمر رضی اللہ عنہ کے در پر آنے سے مستغنی کر دیا[1]۔

قصہ نمبر ۹۷ ﴿قبر سے آنے والی آواز﴾

ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جنت البقیع، جو اہل مدینہ کا گورستان ہے، کے پاس سے گزرے فرمایا: ''اے قبر والو! السلام علیکم! ہمارے پاس جو خبریں ہیں وہ یہ ہیں: تمہاری بیویوں نے اور نکاح کر لیے، تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ رہائش پذیر ہوئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے۔ ہاتف غیبی سے جواب آیا، ہمارے پاس جو خبریں ہیں وہ یہ ہیں: جو اعمال ہم نے آگے بھیجے تھے وہ ہم نے پا لیے اور جو کچھ خرچ کیا تھا اس کا نفع مل گیا اور جو کچھ ہم چھوڑ آئے تھے اس کا ہمیں خسارہ ہوا[2]۔

قصہ نمبر ۹۸ ﴿شہید ابن شہید﴾

یمامہ کی خون ریز لڑائی میں حضرت طفیل بن عمر الدوسی رضی اللہ عنہ (ذوالنور) نے جام شہادت نوش کیا اور ان کے بیٹے عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مقطوع ہو

---

۱ دیکھیے: الکنز (۹۲۸۴/۲)'(۴۰۱۵)

۲ دیکھیے: کنز العمال (۷۵۱/۱۵) رقم (۴۲۹۷۷)

گئے۔ ایک دن حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ کھانا لایا گیا۔ عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ ایک طرف کو ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید تم اپنے اس ہاتھ کی وجہ سے یکطرف ہوئے ہو؟ عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بخدا کھانا اس وقت تک نہیں چکھوں گا جب تک کہ تم اپنا ہاتھ اس میں نہیں ڈالو گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! تیرے سوا لوگوں میں اور کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے بعض اعضاء (ہاتھ) جنت میں پہنچ چکے ہوں۔ اس کے بعد عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ یرموک کی لڑائی میں شریک ہوئے اور رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے[1]۔

قصہ نمبر ۹۹ ﴿فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خوفِ خدا﴾

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو شہد ملا پانی پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ پاکیزہ ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہٗ نے لوگوں کی خواہشاتِ نفس پر برائی کی ہے۔'' ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾ (الاحقاف: ۲۰)

''تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے۔''

اس لیے مجھے خوف ہے کہ کہیں ہمیں ہماری نیکیوں کا صلہ دنیا میں ہی نہ دے دیا گیا ہو، پس آپ رضی اللہ عنہ نے اسے نہیں پیا[2]۔

---

[1] دیکھئے: کنز العمال (۱۳/۵۵۴) رقم (۳۷۴۳۹)

[2] دیکھئے: الترغیب والترھیب (۴/۱۱۷)

قصہ نمبر ۱۰۰ ﴿ایک درخت جو مسلمان کے مشابہ ہے﴾

ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ باتیں کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کے مثل ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟'' لوگ، جنگل کے درختوں میں پڑے سوچنے لگے، جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو جانتے تھے۔ مگر انہوں نے صغرسنی اور نوعمری کے سبب جواب نہیں دیا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہمیں بتادیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ میرے دل میں اس کا جواب آ گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر تم جواب دے دیتے تو مجھے یہ اس بات سے زیادہ محبوب ہوتا کہ میرے لیے مالِ کثیر ہو۔''[1]

﴿کھجور کا درخت اور شاہِ روم﴾

پرسکون اور اطمینان بخش انداز میں قاصد نے عرض کیا: ''امیر المؤمنین! یہ شاہِ روم کی طرف سے مراسلہ ہے۔'' امیر المؤمنین نے وہ خط کھولا اور اس کو پڑھنا شروع کیا:

''امابعد......... میرے قاصدوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی طرف کوئی درخت ہے جو (زمین سے) ہاتھی کے کانوں کی مانند نکلتا ہے۔ پھر اس کی روئیدگی سفید موتی کی مانند ظاہر ہوتی ہے، پھر وہ سبز ہوتا ہے تو سبز رنگ کے زمرد کی مانند ہو جاتا ہے، پھر سرخ ہو کر یاقوت کی مانند ہو جاتا ہے، پھر کھانے کے قابل ہوتا ہے تو خوش ذائقہ فالودہ کی مانند ہو جاتا ہے جو پھر کھایا جاتا ہے۔ پھر جب خشک ہو کر توڑنے کے قابل ہوتا ہے تو مقیم کے لیے ذریعۂ حفاظت اور مسافر کے لیے زادِ راہ بن جاتا ہے۔ اگر میرے

---

[1] دیکھیے: الترغیب والترہیب (۱۱۷/۴)

قاصد اپنی بات میں سچے ہیں اور انہوں نے مجھے سچی خبر دی ہے تو وہ بلا شبہ جنت کا ہی درخت ہوگا۔ اس مراسلہ کو پڑھنے کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جوابی خط لکھا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: ''بسم اللہ الرحمٰن .... اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے شاہِ روم، قیصر، کے نام: السلام علی من اتبع الھدی۔ امابعد: آپ کے قاصدوں نے آپ کو سچی خبر دی ہے اور وہ درخت وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے لیے ان کی زچگی کے وقت پیدا فرمایا تھا۔ پس تم خدا کا خوف کرو اور اللہ تعالیٰ کے سوا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا معبود نہ بناؤ[1]۔''

بحمدللّٰہ ''مأة قصة من حَیاة عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ'' کا پہلا سلیس اور مفید اردو ترجم یکم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/ ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو شروع ہو کر ۸ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/ ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

احقر طالب دعا

خالد محمود بن مولانا حافظ ولی محمد قدس اللہ سرہ

(فاضل و مدرس) جامعہ اشرفیہ لاہور

و (رکن) لَجْنَةُ المصنّفین لاہور

---

[1] ابو حاتم السجستانی ''کتاب النخلة'' ص ۱۲۰

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سو قصے

مؤلف:

شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم

مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ۔ پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کے
سو قصے

مؤلف:
شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم
مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۲۸۳

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انسائیکلوپیڈیا

مؤلف

ڈاکٹر ذوالفقار کاظم

بیت العلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

ازواج مطہرات و صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

انسائیکلوپیڈیا

ازواج مطہراتؓ و صحابیاتؓ سے متعلق بھرپور معلومات پر مبنی
سوالاً جواباً لکھی جانے والی سب سے مفصل مستند اور ضخیم کتاب

مؤلف
ڈاکٹر ذوالفقار کاظم

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳